دینی تعلیم کا رسالہ
جدید اید
دینی تعلیم کا رسالہ
ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح
نمبر 6
مصنف
حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ سابق ناظم، جمعیۃ علماء ہند
منظور کردہ
مرکزی دینی تعلیمی بورڈ، جمعیۃ علماء ہند
الجمعیۃ بکڈپو
گلی قاسم جان، بلیماران، دہلی-۶

بسم اللہ

علی الجماعۃ

دینی تعلیم

(کا)

رسالہ نمبر ۶

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ

شائع کردہ

الجمعیۃ بک ڈپو۔ دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی ۱

قیمت: 8.00

مطبوعہ

باب چہارم۔ اخلاق

حق کا مطلب اور ہم پر کس کس کے حق ہیں؟

حق کا مطلب ہے۔ ثابت۔ قائم۔ یعنی ٹھہرنے والا۔ نہ مٹنے والا۔

جو بات ثابت ہو اٹل اور امٹ ہو۔ اُسے "حق" کہا جاتا ہے۔

"حق" اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے کیونکہ اُس سے بڑھ کر اور کون ہے جو ثابت ہو۔ اٹل اور امٹ ہو۔

حق کے معنی سچ کے بھی ہیں کیونکہ سچائی اٹل اور امر ہوتی ہے۔

حق اُس مانگ کو بھی کہتے ہیں جو پکی اور سچی ہو۔ جس سے آپ انکار نہ کر سکیں۔ جس کا پورا کرنا ضروری ہو۔

مثلاً آپ کو روپیہ کی ضرورت تھی۔ ایک شخص نے آپ کو روپیہ دے دیا۔ آپ کی ضرورت پوری ہو گئی۔ اب روپیہ دینے والے کا مطالبہ (مانگ) آپ کے ذمہ ہے۔ جس سے آپ انکار نہیں کر سکتے۔ یہ اُس شخص کا آپ کے ذمہ ایک حق ہے۔

چند ساتھیوں نے مل کر ایک مکان خریدا۔ اب اس مکان میں ہر ایک کا حق ہے اور جتنے ساجھی ہیں ان میں آپس میں ایک کا دوسرے پر حق ہے کہ اُس کے حصہ کا خیال رکھے۔ نہ وہ اس کے حصہ کو نقصان پہنچائے نہ دوسرے کو نقصان پہنچانے دے۔

آپ ایک مکان میں رہتے ہیں جہاں آپ کے بڑے چھوٹے بہن بھائی۔ ماں باپ اور چچا وغیرہ رہتے ہیں۔ اب کچھ باتیں ایسی ہیں کہ جو آپ کے لئے ماں باپ۔ بہن بھائی کو کرنی چاہئیں کچھ کام ایسے ہیں جو آپ کو ماں باپ بہن بھائیوں کے لئے کرنے چاہئیں ان کو حقوق کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی جس محلہ ۔ جس شہر یا جس ملک میں آپ رہتے ہیں کچھ حقوق آپ کے

محلہ والوں۔ شہر یا ملک کے باشندوں پر لازم ہوتے ہیں اور کچھ حقوق محلہ۔ شہر یا ملک کے باشندوں کے آپ کے ذمہ ہیں جن کا ادا کرنا آپ پر لازم ہے۔

پس یہ سمجھ لو کہ ہمارے اوپر بہت سے حق ہیں! ان حقوق کی ادائیگی ہمارا فرض ہے ہمارے اوپر اللہ کا حق ہے جس نے ہمیں پیدا کیا۔ ہمارے ماں باپ بہن بھائی پیدا کئے۔ جس جس سے ہم کو کبھی کوئی مدد ملی اُس کا خالق یعنی پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ اُسی نے کھانے پینے کی چیزیں پیدا کیں۔ سانس لینے کی کے لئے ہوا۔ روشنی کے لئے چاند سورج چلنے پھرنے رہنے سہنے۔ کھیتی باڑی کے لئے زمین بنائی۔ لہذا سب سے پہلا حق تو اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اُس کے رسول محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں اللہ کی باتیں بتائیں جن میں ہماری دنیا کی بھلائی بھی ہے اور آخرت کی بھی کامیابی ہے۔ لہذا دوسرا حق اللہ کے رسول کا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

اسی طرح ہم پر ماں باپ کا حق ہے جن سے ہم

پیدا ہوئے جن کی محبت، اور جن کی بے شمار مہربانیوں سے ہم پلے بڑھے اور اس عمر تک پہنچے۔

استاد کا حق ہے جو جہالت کی اندھیری سے نکال کر روشنی کے میدان میں پہنچا رہے ہیں اور ترقی کے دروازے ہمارے لئے کھول رہے ہیں۔

ہم پر بہن بھائی اور رشتہ داروں کا حق ہے

جو ہمارے ماں باپ کے مددگار رہے۔ بچپن سے ہمارے خیر خواہ ہیں۔ ہمارے ہمدرد، مہربان اور ہمارے نگراں ہیں۔ ہماری دیکھ بھال رکھتے ہیں جہاں ضرورت ہو ہماری مدد کرتے ہیں۔

پڑوسیوں، محلہ داروں گاؤں والوں کا حق ہے

جو ضرورت کے وقت کام آتے ہیں درد دکھ میں شریک رہتے ہیں انھیں کے دم قدم سے چہل پہل ہے۔ وہ نہ ہوں تو محلہ یا گاؤں اُجاڑ ہو جائے۔ رات تو رات دن گزارنا مشکل ہو جائے۔ چوروں کی بن آئے۔ ڈاکو

دن دھاڑے اپنے کرتب دکھائیں۔ جنگلی جانور گھروں میں گھس آئیں۔ دشمنوں کے لئے راستہ صاف ہو جائے یہاں ہمارا ٹھیرنا رہنا اور ہماری حفاظت انہیں کی مدد سے اور انہیں کے ساتھ ہے۔ اس لئے ان سب کے ہم پر حق ہیں۔

شہر والوں کی مدد سے ہمارے مدرسے اور سکول چل رہے ہیں شفاخانے ڈاک خانے قائم ہیں گلی کوچوں میں کھڑنجے لگے ہوئے ہیں۔ روشنی اور صفائی کا انتظام ہے۔ غرض ملی جلی زندگی میں سب اس طرح ہیں جیسے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں۔

پورے ملک والوں کی مدد سے ملک میں بڑی بڑی نہریں بہہ رہی ہیں۔ ریلیں چل رہی ہیں۔ منڈیوں اور بازاروں میں مال آرہا ہے۔ جارہا ہے۔ پولیس اور فوج کا انتظام ہے۔ جن سے ہماری حفاظت بھی ہے۔ اور ہماری عزت بھی۔ اس طرح سب کے ملے جلے حق ہیں۔

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک حقدار کا حق پہچانے اور اس کو ادا کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے۔ "ہر ایک حق دار کو اُس کا حق ادا کرو۔"[1]

حق کیسے ادا ہوں؟

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اتنی ہیں کہ ان کی گنتی نہیں ہوسکتی جان، بدن۔ آنکھ۔ ناک۔ ہاتھ۔ پاؤں اور سانس لینا۔ روشنی ہوا۔ پانی، دھوپ۔ سایہ وغیرہ وغیرہ سب نعمتیں ہی ہیں۔ ان سب نعمتوں کا بدلہ دینا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے چند کام ایسے بتادئے ہیں کہ اگر ہم ان کو خوبی سے انجام دیتے رہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو اپنی بے شمار نعمتوں کا بدلہ مان لیتا ہے۔

سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں کہ اُس نے اتنی نعمتیں عطا، فرمائیں اور ہر دم عطا فرماتا رہتا ہے اور شکر ادا کرنے کی سب سے پہلی اور سب سے مقدم صورت یہ ہے کہ ہم صرف اُسی کی عبادت کریں۔ کسی کو اس کا شریک و ساجھی نہ مانیں۔

---

[1] اَعْطِ کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ ترمذی شریف آخر ابواب الزہد ص ۱۴۳ ج ۲

سجدہ صرف اسی کے لئے ہو۔ نہ کسی مزار یا قبر کے سامنے ماتھا ٹیکیں۔ نہ کسی بڑے آدمی کے سامنے زمین چومیں۔ نہ کسی بزرگ کے سامنے ناک رگڑیں۔ روزہ اُسی کے لئے رکھا جائے۔ صدقہ خیرات صرف اسی کے نام کا ہو قربانی اُسی کے لئے کی جائے۔ طواف صرف اُسی کے گھر یعنی خانہ کعبہ کا ہو نہ اسی مزار کے گرد چکر لگائیں نہ کسی مسجد یا مقبرہ کا طواف کریں۔

اللہ تعالیٰ کے بعد اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بھی ہم پر اتنے احسان ہیں کہ ان کا بدلہ دینا ممکن نہیں ہے۔ ان کا کچھ بدلہ اگر دیا جا سکتا ہے تو ان کاموں سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ہمیں بتا دئے ہیں مثلاً یہ کہ ہم ہر موقع پر اور ہر حالت میں آپ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کریں۔ اُنہیں طریقوں کو سب سے بہتر طریقہ سمجھیں۔ خوشی کی بات ہو یا رنج اور غم کی بیاہ شادی کی رسم ہو یا مرنے جینے کی۔ ہر ایک رسم اور ہر ایک کام آپ کے بتائے ہوئے قاعدوں کے مطابق ہو۔ آپ کے بتائے ہوئے قاعدے ہی ہمارے

دل کی چاہ بن جائیں دوست احباب ہوں یا بھائی بند میاں بیوی ہوں یہاں تک کہ ماں باپ کی بات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے سامنے ہیچ ہو۔ سب سے زیادہ محبت آپ سے ہو۔ ماں باپ۔ آل اولاد۔ بیوی بچوں۔ یاروں اور دوستوں۔ سب کی محبت اللہ کے پیارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر قربان ہو۔ آپ کی بتائی ہوئی دعاؤں کا ورد رکھیں اور آپ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

(ترجمہ) اے اللہ رحمتیں نازل فرما ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کے آل و اصحاب پر اس طرح جس طرح تجھ کو پسند ہوں اور اتنی مرتبہ جتنی مرتبہ سے تو راضی ہو۔ اور تجھ کو پسند ہوں۔

ماں باپ اور اُن کے بڑے

اللہ اور رسول کے بعد ماں باپ

کے حق ہیں مثلاً یہ کہ اُن کا ادب کرو ہر طرح اُن کی تعظیم کرو۔ غصہ ہو یا جھونجل کسی بھی حالت میں کسی بھی وقت ان کی شان میں بے ادبی نہ کرو۔ اُن کے ساتھ ہر موقع پر اچھا سلوک کرو۔ اُن کی کوئی زیادتی معلوم ہو تب بھی تمہارا کام یہی ہے کہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ جہاں تک ہو ان کو راحت پہنچاؤ۔ جان سے بھی ان کی خدمت کرو اور مال سے بھی، ان کی ضرورتوں کا خیال خود تم رکھو شوق یہ ہونا چاہیئے کہ اُن کو پریشانی نہ ہو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہو اس کو ماں باپ ہی کا سمجھو۔ جو کچھ تمہیں ملا ہے وہ انہیں کی دعاؤں کا طفیل ہے اُن کی اور دعائیں لو۔ تاکہ تمہاری عمر میں برکت ہو اور تم دنیا اور دین میں ترقی کرو پھلو پھولو۔ ماں باپ کی دعائیں بڑی نعمت ہیں۔

ماں باپ کے سوا دادا۔ دادی۔ نانا۔ نانی کا بھی ایسا ہی حق ہے جیسے ماں باپ کا ان کا ادب اور بھی زیادہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے بڑوں کے بھی

بڑے ہیں۔

رشتہ دار اور استاد

ماں باپ کے سوا بہن۔ بھائی چچا۔ ماموں۔ خالہ۔ پھوپی غرض جو بھی رشتہ دار ہیں ان کا ادب کرنا اور ان سے اچھا سلوک کرنا تم پر فرض ہے۔ جو ان کے دوست احباب ہیں وہ بھی تمہارے بڑے ہیں۔ ان کا بھی ادب کرو۔ ان سے اچھی طرح پیش آؤ۔ ان کی خدمت کرو۔

استاد تمہارے رشتہ دار نہیں مگر ان کا حق رشتہ داروں سے زیادہ ہے وہ تمہیں علم سکھا رہے ہیں ترقی کے راستہ پر چلا رہے ہیں۔

پڑوسی

جو تمہارے پڑوس میں رہتے ہیں اُن کا بھی تم پر حق ہے۔ ان کی خدمت کرو۔ سب سے اچھا وہ ہے جو پڑوسیوں کے حق میں اچھا ہے۔ اُن کے کام کرتا ہے۔ درد دکھ میں اُن کا شریک رہتا ہے۔ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا۔

پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے علاوہ عام انسانوں کا یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو ہر ایک کی بھلائی چاہو۔ برائی کسی کی نہ چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو وہی دوسروں کے لئے بھی چاہو۔ جو تم سے برا برتاؤ کرے تم اُس سے بھی اچھا برتاؤ کرو۔ یہی شرافت ہے اور دیکھو کسی کا بغض اور کینہ دل میں نہ رکھو۔ دل کی طرح زبان کو بھی پاک رکھو۔ پیٹھ پیچھے کسی کی بُرائی نہ کرو۔ کسی کو گالی نہ دو۔ جھوٹ نہ بولو۔ کسی پر بہتان نہ لگاؤ۔

بہت بڑا حق

دیکھو تم پر اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماں باپ اور پورے خاندان کا ایک بڑا حق یہ ہے کہ تم ایسے کام نہ کرو جس سے ان کی بدنامی ہو ان کی شان کو بٹہ لگے۔ تمہاری عادتیں، خصلتیں اور تمہارے چال چلن، رنگ ڈھنگ ایسے ہوں جن سے اُن کے نام روشن ہوں۔ لوگ تمہاری بھی

عزت کریں تمہارے بڑوں کی بھی۔ لوگ یہ سمجھیں کہ جب چھوٹے ایسے ہیں تو ان کے بڑے کیسے بڑے ہوں گے جن کو یہ رسول اور نبی مانتے ہیں۔ ان کی شان کیا ہو گی۔ لوگوں پر یہ اثر پڑے کہ مذہب وہ سچ ہے جس کو یہ مانتے ہیں۔ عبادت اسی خدا کی برحق ہے جس کی عبادت یہ کرتے ہیں۔

دیکھو یہ بات ہمیشہ یاد رکھو۔ تم نبی[۱] رحمت کی امت ہو (صلی اللہ علیہ وسلم)

تمہارا فرض ہے کہ ہر ایک کے لئے رحمت بنو۔ زحمت کسی کے لئے نہ بنو۔

---

[۱] ہمارے آقا، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے اسی لئے رحمۃ للعالمین آپ کا لقب ہے۔

(صلے اللہ علیہ وسلم)

سوالات

۱۔ حق کا مطلب بتاؤ

۲۔ اللہ کا نام حق کیوں ہے ؟

۳۔ اللہ تعالیٰ کی کچھ نعمتیں بیان کرو۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تم پر کیا احسان ہے ؟

۵۔ تمہارے دین۔ دنیا کی ترقی کن باتوں میں ہے ؟

۶۔ استاد کا تم پر کیا احسان ہے ؟

۷۔ اللہ کا حق کس طرح ادا کیا جائے ؟

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانوں کا بدلہ کیا ہو سکتا ہے ؟

۹۔ تمہارے محلہ۔ قصبہ یا شہر والے تمہارے کیا کام آتے ہیں ؟

۱۰۔ ماں باپ نے تمہارے ساتھ کیا کیا ؟

۱۱۔ اپنے بڑوں کے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ تمہیں کیا کرنا چاہیئے ؟

۱۲۔ عام انسانوں کا حق کیا ہے ؟

۱۳۔ درود شریف سناؤ اور اس کا مطلب بتاؤ

۱۴۔ تمہارے نبی کا لقب کیا ہے تمہیں سب کے لئے کیا بننا چاہیئے ؟

۱۵۔ بہت بڑا حق کیا ہے ؟

۱۶۔ پورے ملک والوں کی مدد سے ملک میں کیا ہو رہا ہے ؟

(۱)

خدمتِ خلق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ساری مخلوق سے ہمدردی رکھو، ہر ایک چھوٹے بڑے اچھے بُرے، کمزور اور قوی کا درد اور اُن کی خیر خواہی کا جذبہ تمہارے دل میں ہو۔ ہر ایک انسان بلکہ ہر ایک جاندار کی تکلیف سے تمہارے دل پر چوٹ لگے۔ اُس کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے تم بے چین ہو جاؤ اور یہ سمجھو کہ جس خدا نے مجھے پیدا کیا ہے، جس کی بے شمار مہربانیاں میرے اوپر ہیں، اُسی خدا کی یہ مخلوق ہے، جس طرح خدا نے مجھے نعمتیں دی ہیں اور میرے اوپر مہربانیاں کی ہیں۔ ایسے ہی میرا بھی فرض ہے کہ میں اُس کی مخلوق پر مہربانی کروں، مہربانی کو عربی میں

"رحم" کہتے ہیں، ساری مخلوق پر رحم کرنا ہر ایک مسلمان کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

(۱) زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔[1]

(۲) بدبخت انسان رحم سے خالی ہوتا ہے۔[2]

(۳) جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اُس پر رحم نہیں کرتا۔[3]

تم پہلے حصہ میں پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بدکار عورت کو اس بات پر توبہ کی توفیق عطا فرمائی، اور اُس کے گناہ بخشدیئے کہ اُس نے ایک کُتّے کو جو پیاس کی وجہ سے لب دم تھا پانی پلایا، جس سے اُس کی جان میں جان آگئی تھی اور ایک عورت کو اس وجہ سے دوزخ میں ڈالا کہ اُس نے ایک بلّی کو باندھ کر بھوکا پیاسا رکھا یہاں تک

---

[1] ترمذی شریف　[2] لاتنزع الرحمۃ الا من شقی ۱۲ ترمذی شریف ص۱۴ ج۲

[3] ترمذی شریف ص۱۴ ج۲

کہ وہ مرگئی ۔

(۲)

پیاسوں کو پانی پلانا ۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا راستہ چلنے والوں کو راستہ بتانا ، راستہ میں سے کانٹے یا اینٹ پتھر ہٹا دینا ، اگر کوئی ایسی چیز پڑی ہوئی ہے جس سے پھسل کر گرجانے کا خوف ہے ، جیسے کیلے کا چھلکا ، اس کو ہٹا دینا ، کسی مزدور کا بوجھ اٹھوا دینا ، زیادہ بوجھ ہو تو کچھ بوجھ اس سے لے لینا ، بیماروں کی دوا دارو ، بچّوں عورتوں اور کمزور آدمیوں کا کام کاج کرنا ۔

یہ سب خدمت خلق ہے ، ان میں سے ہر ایک کام کا بہت ثواب ہے ۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام باتوں کی بہت فضیلتیں بیان فرمائی ہیں ۔

صحابۂ کرام کی حالت یہ تھی کہ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جب وفات ہوئی تو ایک اندھی بڑھیا رو رو کر کہہ رہی تھی کہ عمر بہت اچھے تھے

صبح کو میرے گھر آیا کرتے تھے، پانی بھر جاتے، مکان صاف کردیا کرتے اور گھر کی چیزیں ٹھکانے سے رکھ دیتے تھے۔

جب خلیفہ اور سب سے بڑے افسر کی یہ حالت ہو تو اندازہ کرو عام صحابہ کی حالت کیا ہوگی۔

معتصم باللہ ایک بادشاہ تھا، وہ اپنی گاڑی میں سوار کہیں جارہا تھا۔ برسات کا موسم تھا، بارش ہورہی تھی، ایک بوڑھے کو دیکھا کہ اُس کا گدھا کیچڑ میں دھنس گیا ہے، اس کی کمر پر ایندھن کا گٹھر لدا ہوا ہے، معتصم سواری سے اُترا، بارش میں بھیگتا ہوا گدھے تک پہونچا اور خود ہاتھ لگواکر ایندھن کے بوجھ کو گدھے کی کمر سے اُتروایا، پھر گدھے کو کیچڑ سے نکالا اور اس بوڑھے کو چار ہزار روپے اپنی جیب خاص سے عنایت فرمائے۔

(۲)

مگر دیکھو ہر شخص کی خدمت اس کی قابلیت اور لیاقت کے مطابق ہوگی، حکیم اور ڈاکٹر کی خدمت

یہ ہے کہ مریضوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ہمدردی سے پیش آئے، اُس کے دل میں طمع اور لالچ نہ ہو چھوٹے بڑے کا سوال اُس کے سامنے نہ ہو۔

عالم کی خدمت یہ ہے کہ وہ علم کو پھیلائے انجانوں کو جانکار بنائے۔

اُستاذ کی خدمت یہ ہے کہ وہ پوری محنت محبّت اور شفقت سے شاگردوں کی تربیت کرے۔

ایک حاکم کی خدمت یہ ہے کہ وہ پوری امانت داری ہمدردی اور سچّائی کے ساتھ وہ کام انجام دے جو اُس کے سُپرد ہوا ہے

ایک سوداگر کی خدمت یہ ہے کہ وہ اپنے نفع سے زیادہ گاہک کے نفع کا خیال رکھے، یعنی اچھے سے اچھّا مال لائے اور کم سے کم نفع لگاکر بیچے ٹھیک تولے، ٹھیک ناپے، چوربازاری نہ کرے۔

کاشتکار سب سے اچھا خادمِ خلق ہے، وہ غلہ پیدا کرتا ہے، جس پر زندگی کا مدار ہے۔ کاشتکار کا یہ فرض ہے کہ عوام کے فائدہ کی

خاطر وہ غلہ پیدا کرے جس کی عام لوگوں کو سب سے زیادہ ضرورت ہے، جو کچھ پیداوار ہو اُس کو بازار میں پہونچائے، مہنگائی کے انتظار اور زیادہ نفع کی لالچ میں پیداوار کو چھپانا خلقِ خدا کے حق میں بہت بڑی خیانت ہے۔

(۴)

ہم ایک بات چیت نقل کرتے ہیں جو قیامت کے دن اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان ہوگی اُس کو ہمیشہ یاد رکھو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس گفتگو کی خبر دی ہے۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرمائیں گے، آدم کے لڑکو! میں نے کھانا مانگا تم نے کھانا نہیں دیا۔

بندے۔ خداوند! آپ ربّ العالمین ہیں، سب کو روزی آپ ہی پہونچاتے ہیں، یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ آپ کھانا مانگتے؟

خداوند عالم۔ دیکھو فلاں شخص بھوکا تھا، اُس نے تم

سے کھانا مانگا، تم نے اُس کو کھانا نہیں دیا اگر تم اس کو کھانا کھلاتے تو آج میرے پاس پاتے۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرمائیں گے ــــــ ابنِ آدم میں نے تم سے پانی مانگا تھا، تم نے پانی نہیں پلایا۔

بندے ــــــ خداوند عالم آپ رب العالمین ہیں، آپ نے پانی پیدا کیا، پیاسوں کو سیراب کیا، آپ کیسے پانی مانگ سکتے تھے؟

اللہ تعالےٰ ــــــ فلاں بندے نے پانی مانگا تھا، تم نے پانی نہیں پلایا، اگر تم پانی پلاتے تو میرے یہاں پاتے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے ــــــ اولادِ آدم میں بیمار ہوا تم مجھے پوچھنے نہیں آئے۔

اولادِ آدم ــــــ خداوند عالم آپ رب العالمین ہیں۔ بیماروں کو شفا دینا آپ کا کام ہے

آپ کیسے بیمار ہوسکتے تھے؟

اللہ تعالےٰ ــــــــــ دیکھو فلاں بندہ بیمار تھا تم اس کو پوچھنے نہیں گئے، اگر تم پوچھنے جاتے تو مجھے اُس کے پاس پاتے۔ [۱]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کی مخلوق سے محبت کرو، تمہارا دل ہمدردی سے بھرا ہوا ہو خلقِ خدا کی خدمت دل کا چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔

آخر میں ایک حدیث اور یاد کرلو۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ساری مخلوق کو یہ سمجھو کہ پروردگار کے بال بچّے ہیں، پس سب سے زیادہ اللہ کو پیارا وہ ہے جو اس کی مخلوق پر زیادہ احسان کرے۔

اِسی لئے علماء نے فرمایا ہے۔

"طریقت بجز خدمتِ خلق نیست [۲]"

---

[۱] تصوف صرف [illegible]

شکر و احسانمندی

(۱) شکر کا مطلب شکر کا مطلب یہ ہے کہ نعمت کو نعمت سمجھیں اور دینے والے کا احسان مانیں۔

آنکھ، ناک، کان، زبان، ہاتھ، پیر، دانت انگلیاں اور وہ ناخون جن کو ہر ہفتہ تراشا جاتا ہے، وہ بال جن کو کتروایا اور منڈوایا جاتا ہے، یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں۔

اِن کے نعمت ہونے کا پتہ جب چلتا ہے جب ان میں سے کوئی نہ رہے یا خراب ہوجائے، خراب کو درست کرنے کے لئے کتنے عِلاج معالجے کئے جاتے ہیں، کتنا روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور اس خرابی کو کتنی بڑی مصیبت سمجھا جاتا ہے۔ لہذا ہر ایک انسان کا فرض ہے

کہ اِن نعمتوں کو نعمت جانے اور جس نے یہ نعمتیں بخشی ہیں اس کا احسان مانے۔

تمہارے بدن پر جو کپڑے ہیں، سونے کے لئے جو جگہ تمہیں ملی ہوئی ہے، دھوپ یا بارش کے وقت جہاں تم سر چھپاتے ہو، نہانے، دھونے کا جو انتظام ہے، پیٹ بھرنے کے لئے جو کھانا تم کو ملتا ہے، یہ سب نعمتیں ہیں، یہ نعمتیں جس نے دی ہیں اُس کا احسان مانو۔

محبت بہت بڑی نعمت ہے، جب تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ دیتا ہے یا کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس سے تمہارا دل دکھتا ہے، تم مُنہ بنائے ماں، باپ، بہن، بھائی، کسی رشتہ دار، دوست یا کسی مہربان پڑوسی کے پاس پہنچتے ہو، اُس سے شکایت کرتے ہو، وہ تمہیں چمکارتا ہے، دلاسا دیتا ہے، تمہارے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے تمہیں پاس بٹھاتا ہے، گلے لگاتا ہے، اس وقت اُس کا بھینا بھینا پریم تمہیں کتنا پیارا معلوم ہوتا ہے،

تمہارا دل پسیج جاتا ہے اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں۔ سوچو اس وقت کی یہ محبت کتنی بڑی نعمت ہے۔ سونے چاندی اور ہر ایک چیز سے یہ محبت زیادہ قیمتی ہے۔ اس کو نعمت جانو اور جہاں سے یہ نعمت مل رہی ہے اس کا احسان مانو۔

(۲) احسان ماننے کا طریقہ

یہ نعمت اگر اللہ کی طرف سے ہے تو دل سے کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ (اللہ تیرا شکر ہے) اور اگر کسی بندے کی طرف سے ہے تو کہو جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا (اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بہت اچھا بدلہ دیں) لیکن یہ زبانی شکر ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ تم اس کا بدلہ بھی دو۔

اللہ تعالیٰ کو نہ بدلہ کی حاجت ہے، نہ اس کی نعمتوں کا بدلہ دیا جا سکتا ہے، ایک نعمت ہو تو بدلہ دیا جائے، تن بدن کا ہر ایک جوڑ، ہر ایک رگ و ریشہ، ہر ایک رونگٹا نعمت ہے۔

کسی رگ میں خرابی آجائے تو فوراً بیماری پیدا ہو جائے، کوئی رگ پھٹ جائے تو جان جاتی رہے،

دل کی ہر ایک دھڑکن خدا کی نعمت ہے۔ ہر ایک سانس خدا کا احسان ہے، سانس بند ہو جائے تو جان جاتی رہے، دل کی دھڑکن بند ہو، موت آجائے غرض ہر ایک سانس نئی زندگی ہے، زندگی سے بڑھ کر کون سی نعمت ہے۔

پھر ہر سانس کے ساتھ خدا کی ہزاروں نعمتیں[1] ہیں تم ہر ایک سانس میں ایک دفعہ زبانی شکر ادا کرو اور اس سے پہلے سینکڑوں نعمتوں کا شکر تم پر واجب ہو جائے۔

پس خدا کی ان گنت نعمتوں کا بدلہ یہی ہے کہ تم اپنے تن من دھن کو خدا کے حوالے کر دو۔ یعنی ہر طرح خدا کے حکم کی تعمیل کرو۔ تن کی ضرورت ہو تن دیدو، من چاہیئے من پیش کر دو۔ دھن کا حکم ہو دھن

---

[1] وہ ہوا جس میں سانس لے رہے ہو، نعمت ہے۔ وہ جگہ جہاں تم موجود ہو! خدا کی نعمت ہے۔ وہ طاقت جس کے ذریعہ سانس لے رہے ہو، خدا کی نعمت ہے۔ ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا اگر تم خدا کی نعمتیں گننا چاہو تو گن نہیں سکتے۔

خرچ کردو، اس کی یاد دل میں جماؤ، زبان کو اس کے ذکر سے تر رکھو، اور جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تم اللہ کی مخلوق پر احسان کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے کہا تھا۔
اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْكَ (سورہ قصص) جس طرح خدا نے تجھ پر احسان کیا ہے اسی طرح تو (دوسروں پر) احسان کر۔

پس جو نعمت تمہارے پاس ہے تم اس سے اللہ کی مخلوق کی فائدہ پہنچاؤ۔

تندرستی بہت بڑی نعمت ہے، اس کا شکریہ ہے کہ کمزوروں کی امداد کرو۔ بیماروں کی تیمارداری کرو۔ پڑوسیوں کے کام کاج میں ہاتھ بٹاؤ۔ خلق خدا کی خدمت کرو۔

روپیہ پیسہ بہت بڑی نعمت ہے اس کا شکر یہ ہے کہ ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو، صدقہ خیرات دو، قرض مانگنے والوں کو بلاسود کے قرض دو، ملت اور ملک کے کاموں میں روپیہ خرچ کرو، اور احسان ہرگز مت جتاؤ، کیوں کہ

تم نے اپنا فرض ادا کیا ہے، فرض ادا کرنے میں کسی پر احسان نہیں ہوتا۔

لکھنا پڑھنا ایک نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ دوسروں کو لکھنا پڑھنا سکھاؤ، اگر کوئی ان پڑھ ہے، تم سے کچھ لکھوائے یا پڑھوائے تو اس کی چیز لکھ پڑھ دو اور خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں محتاج نہیں کیا۔ بلکہ اس قابل بنایا کہ کسی کی ضرورت تم سے پوری ہوئی۔

اگر تم حاکم ہو تو اس کا شکر یہ ہے کہ انصاف کرو، ماتحتوں پر رحم کرو، ان کی تکلیف اور راحت کا خیال رکھو، ان کی ضرورتیں پوری کرو، خطاؤں سے درگذر کرو، کسی کو حقیر و ذلیل نہ سمجھو۔

ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ، میرا غلام خطا کرے تو میں کتنی دفعہ معاف کروں، فرمایا دن میں ستر مرتبہ۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح۔ تم یہ چاہتے ہو کہ خداوندِ عالم تمہارے گناہ معاف کرتا رہے اگر دن میں ستّر گناہ کرو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ معاف کردے، اسی طرح تمہارا سلوک اپنے چھوٹوں کے ساتھ یہ ہونا چاہیئے کہ درگذر اور معافی کو مقدم رکھو۔

(۳)، **شکر کا غلط طریقہ** یہ ہے کہ جس نے نعمت دی ہے اس کو تو بھول جاؤ اور دوسروں کا شکر ادا کرتے پھرو۔

مثلاً تمہیں ماں باپ نے پالا ہے، اُن کا شکر ادا کرنا تمہارا فرض ہے، تم ماں باپ کا تو خیال بھی نہ کرو اور اُن کے کسی ذلیل نوکر یا اُن کے دشمن کی خوشامد میں رات دن لگے رہو، یہ صرف حماقت ہی نہیں، بلکہ بہت بڑا ظلم بھی ہے۔

اب غور کرو، تم پر خدا نے احسان کیا تمہیں پیدا کیا، اَن گِنت نعمتوں سے نوازا، تم

خدا کو تو بھول جاؤ اور پوجا کرتے پھرو کسی دیوی دیوتا یا جن بھوت کی، یہ سراسر حماقت ہے اور بہت ظلم ہے۔

اللہ نے احسان کیا تمہیں بچہ دیا، اُس کے احسان ماننے کا طریقہ یہ ہے کہ خدا کا شکر ادا کرو، عقیقہ کرو۔ غریبوں، یتیموں، بیواؤں کی خدا کے واسطے امداد کرو، تم اُن نیک کاموں کے بجائے ناچ رنگ کراؤ، ڈھولکی بجواؤ، جو شرعاً حرام ہیں جو شیطانی کام ہیں، تو احسان تو کیا تھا خدا نے، تم اس کا احسان ماننے کے بجائے شیطان کو خوش کر رہے ہو، یعنی اپنے اور اپنے خدا کے دشمن کی پوجا کر رہے ہو اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوسکتا ہے۔

روپیہ پیسہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے، تم اس انعام کو کھیل، تماشہ، تھیٹر، سینما میں خرچ کرو، تو تم میں اور شیطان میں کیا فرق ہوا، شیطان کو جو کچھ خدا نے طاقت دی ہے، وہ

اللہ کی نافرمانی میں صرف کرتا ہے، اسی طرح تمہیں جو کچھ مِل رہا ہے وہ خدا کی نافرمانی میں صرف کر رہے ہو، تو تم اچھے آدمی نہیں بلکہ شیطان کے بھائی بن گئے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی فرمایا ہے[۱]

(۴) شکر کا فائدہ جس پر تم نے کوئی احسان کیا ہے، اگر وہ احسان مانتا ہے یعنی تمہاری عزت کرتا ہے، تمہارا کہنا مانتا ہے اور تمہیں خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے، تو تمہیں خوشی ہوتی ہے، تمہارا دل چاہتا ہے کہ کوئی اور موقع آئے تو اس پر اور احسان کرو، لیکن اگر وہ احسان ماننے کے بجائے تمہارے ساتھ گستاخی سے پیش آتا ہے، کہنا نہیں مانتا اور تمہیں خوش رکھنے کے بجائے ناراض کرتا ہو جن باتوں سے تم منع کرتے ہو، وہی باتیں وہ کرتا

---

[۱] اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (قرآن حکیم)

ہے تو ظاہر ہے ایسی صورت میں تم اور احسان تو کیا کرتے، تمہارا جی یہ چاہنے لگتا ہے کہ جو کچھ اس کو اب تک دیا تھا وہ بھی چھین لو۔ پس شکر کا فائدہ ہے، انعام میں زیادتی اور ناشکری کا نتیجہ ہوتا ہے محرومی اور بدبختی قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اگر تم نے شکر کیا تو یقیناً
میں تم کو بڑھاؤں گا اور
اگر تم نے ناشکری کی تو
یاد رکھو میرا عذاب سخت
ہے۔ [1]

پس اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو اس کا سیدھا راستہ یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، اس کے حکم مانو، اس کی نعمتوں کی قدر کرو، جس طرح تم ان سے فائدہ

---

[1] لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۔ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (سورۂ ابراہیم ع ۲)

اُٹھا رہے ہو، اسی طرح خدا کی مخلوق کو ان سے فائدہ پہونچاؤ، اسی طرح جس آدمی نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے، اُس کو مت بھُولو، اُس کی عزّت کرو اور اُس کو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم دن بھر تعلیم، تبلیغ عبادت اور خدمتِ خلق میں مصروف رہا کرتے تھے اور رات کو آرام کرنے کے بجائے نفلیں پڑھا کرتے تھے، نماز میں کئی کئی گھنٹے کھڑے رہتے، جس سے پاؤں مبارک ورم کرجاتے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ، اوّل تو آپ معصوم ہیں، گناہوں سے پاک ہیں، اور جو کچھ بھُول چوک کبھی ہوگئی ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرما دیا ہے کہ آپ کی تمام غلطیاں معاف کردی گئیں[1]۔

---

[1] لَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔

تو پھر آپ اتنی لمبی لمبی نماز کیوں پڑھتے ہیں اور اتنی زحمت کیوں اُٹھاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

عائشہ، کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔[1]

یعنی جس طرح خدا کا انعام بے شمار ہے، ایسے ہی مجھے بھی حد سے زیادہ شکریہ ادا کرنا چاہیئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ

اے اللہ میری مدد فرما ذکر، شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے میں

تم یہ دُعا یاد کرلو اور ہر نماز کے بعد تین دفعہ پڑھا کرو۔

اِنسانوں کا احسان مانو تو خدا کا بھی احسان مانو گے

سردارِ دوجہاں آقا۔ نامدار رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور بالکل صحیح فرمایا، جو اِنسانوں کا احسان نہیں مانتا وہ خدا کا احسان بھی نہیں

[1] کتب صحاح۔

مان سکتا۔ [1]

یہی بات ہے، انسان کا احسان آنکھوں دیکھی چیز ہوتی ہے، ماں باپ نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا، رشتہ دار، دوست احباب جو کچھ کر رہے ہیں وہ تمہارے سامنے ہے، تم ان کو بھی دیکھ رہے ہو، اُن کی دوڑ دھوپ اور جدوجہد بھی تمہارے سامنے ہے اور اُن کا احسان بھی آنکھوں دیکھی کانوں سُنی چیز ہے اور خدا کے احسانات و انعامات خواہ کتنے ہی زیادہ ہیں۔ مگر نہ خدا کو آج تک دیکھا نہ اُس کو انعام یا احسان کا حکم کرتے ہوئے سُنا، اُس کا انعام و احسان پہچاننے کے لئے کچھ سمجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔

پس اگر آنکھوں دیکھے احسان نہیں مان سکتے تو خدا کے احسانات کس طرح مان سکتے ہو جو آنکھوں سے نہیں دیکھے جاتے۔ بلکہ عقل سے پہچانے

---

[1] مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ۔

جاتے ہیں، لہٰذا احسان ماننے کی خصلت پیدا کرو تاکہ خدا کا احسان مان سکو اور اُس کے شکر گذار بندے بن سکو۔

سوالات

قرآن پاک میں شیطان کے بھائی کن لوگوں کو کہا گیا ہے؟

فضول خرچ شیطان کے بھائی کیوں ہوتے ہیں؟

شکر کا مطلب بیان کرو۔

احسان ماننے کی کیا صورت ہوتی ہے؟

جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر گذار نہیں ہو سکتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اللہ کا احسان ماننے کا طریقہ کیا ہے؟

شکر کا فائدہ کیا ہے؟

شکر کا صحیح طریقہ کیا ہے اور غلط طریقہ کیا ہے؟

جزاک اللہ خیراً کا مطلب بیان کرو اور یہ کب کہا جاتا ہے؟

ایفاءِ عہد[1]

مُسلمان کا قول وعدہ اور قسم

ایمان کی شان یہ ہے کہ تمہاری ہر بات میں سچائی ہو، ہر ایک قول میں جان ہو، ہر لفظ میں وزن ہو، جو بات ہو تُلی ہو، پہلے سوچ لو کیا کہہ رہے ہو پھر زبان سے نکالو، جو لفظ تمہاری زبان سے نکلے اُسے پُورا کرو، تمہارا وعدہ پتھر کی لکیر ہو، اگر کسی بات کی قسم کھالو تو پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے مگر تمہاری قسم نہ ٹلے، اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں بار بار تاکید فرمائی ہے کہ جو وعدہ کرو اُسے پُورا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ایفا: پُورا کرنا۔ عہد: وعدہ ۔ ایفاءِ عہد: وعدہ پُورا کرنا۔

[2] صحاح کی مشہور حدیث ہے۔ لا دین لمن لا عہد لہ ۔

نے فرمایا۔

جو وعدہ کا پابند نہیں وہ دیندار نہیں[1]۔

تم پڑھ چکے ہو کہ ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات کے اتنے سچے اور وعدے کے اتنے پکے تھے کہ آپ کا نام ہی الصادق الامین پڑگیا تھا۔ بطور مثال ایک واقعہ سنئے اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور وعدہ کی پختگی کا اندازہ کیجئے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سودے کی بات چیت ہو رہی تھی اُس نے کہا کہ آپ یہاں ٹھہریئے میں ابھی آتا ہوں وہ شخص وہاں سے ہٹ کر کہیں گیا اور اپنے کام لگ گیا اور اس بات کا خیال بھی نہیں رہا۔

تین دن بعد اُس کو خیال آیا کہ میں "الصادق الامین" سے کہہ آیا تھا کہ ابھی آتا ہوں

[1] صحاح کی مشہور حدیث ہے لا دین لمن لا عہد لہ۔

وہ اس جگہ پہونچا تو دیکھا کہ آپؐ وہیں کھڑے ہوئے ہیں جہاں وہ چھوڑ گیا تھا۔

یہاں نہ قسم تھی نہ عہد معاہدہ تھا محض معمولی وعدہ تھا۔ معمولی وعدہ کو پورا کرنے کے لئے تین دن تک ایک جگہ رہنا معمولی بات نہیں تھی اس پر آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنا غصہ آتا کم تھا، مگر آپ نہ خفا ہوئے نہ ڈانٹا ڈپٹا۔ بلکہ بہت نرمی سے فرمایا" میاں کہاں چلے گئے تھے، مجھے یہاں تین دن ہو گئے۔

مسئلہ البتہ اگر کسی ناجائز کام کا وعدہ کرلیا ہے مثلاً کسی کو مارنے پیٹنے یا کسی کے ساتھ تھیٹر، سوانگ یا سینما میں چلنے کا وعدہ کرلیا ہو یا مثلاً قسم کھائی ہے کہ ماں سے نہیں بولوں گا تو نہ ایسے وعدہ کا پورا کرنا ضروری ہے نہ ایسی قسم پر عمل کرنا درست ہے۔

بلکہ لازم ہے کہ ماں کی خدمت میں حاضر ہو

اس سے بات چیت کرو اور قسم کا کفارہ ادا کرو
دیکھو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وعدہ خلافی کی تعلیم دی جا رہی ہے بلکہ تمہیں یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ جو عہد تم سب سے پہلے کرچکے ہو، وہ پورا کرو۔ دیکھو جب تم نے مسلمان ہونے کا اقرار کیا تو تم نے اپنے پروردگار سے یہ عہد کرلیا کہ جو کچھ اس کے اور اس کے رسول کے حکم ہیں ان کی تعمیل کروں گا۔

لہذا یہ عہد سب عہدوں سے مقدم ہے جو اس کے خلاف ہوگا وہ قابل عمل نہیں ہوگا، بلکہ اس پر عمل کرنا ہوگا، جس کا عہد پہلے ہوچکا ہے۔

حضرت مالک ایک صحابی ہیں، انھوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ یہ میرے ایک چچا زاد بھائی ہیں مجھے ایک ضرورت پیش آئی، میں ان کے پاس گیا، ان سے میں نے امداد کی درخواست کی، انھوں نے صاف جواب دے دیا، جو مجھے بہت ناگوار ہوا، میں نے قسم کھالی کہ میں

ان کی امداد نہیں کروں گا۔ اب اتفاق سے ان کو ضرورت پیش آئی وہ میرے پاس مدد لینے آئے ہیں میں قسم کھا چکا ہوں، اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کام اچھا اور بہتر ہے اُس پر عمل کرو، اپنے بھائی کی امداد کرو اور قسم کا کفارہ[۱] ادا کرو[۲]۔

سوالات

ایفاءِ وعدہ کا مطلب بتاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ایفاءِ عہد" کے بارہ میں کیا فرمایا۔؟

اگر قسم پوری نہ کر سکو تو کیا کرنا ہوگا۔؟

ناجائز فعل کا وعدہ پورا کرنا کیوں ضروری نہیں ہے۔؟

سب سے مقدم عہد کونسا ہے جس کا پورا کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔؟

---

[۱] کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے یا دس مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلایا جائے یا تین روزے رکھے جائیں۔

[۲] نسائی شریف۔ ابن ماجہ شریف، بحوالہ مشکوٰۃ شریف۔

[۲] اِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ الآیۃ۔ سورہ حجرات رکوع ۱۔ آیۃ ۶

[۳] کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع [illegible] الحدیث صحاح

بُری باتیں

غیبت۔ چُغلی۔ جھُوٹ

غیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت فرمایا، بتاؤ غیبت کسے کہتے ہیں۔

صحابۂ کرام: یا رسول اللہؐ آپ ہی فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

غیبت یہ ہے کہ (پیٹھ پیچھے) اپنے بھائی کی کوئی ایسی بات بیان کرو جو اس کو ناگوار ہو۔

ایک صحابی نے دریافت کیا، یا رسول اللہ اگر وہ بات اس میں موجود ہے (مثلاً وہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے اور پیٹھ پیچھے اس کو جھُوٹا کہا جا رہا ہی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی تو غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تم نے بیان کی تو یہ بہتان ہو گیا[1]

---

[1] مسلم شریف وغیرہ

پس یاد رکھو، پیٹھ پیچھے کسی کی کوئی ایسی بات بیان کرنا کہ اگر وہ سُن لے تو ناخوش اور رنجیدہ ہو، غیبت کہلاتا ہے۔

جیسے کسی کو بے وقوف احمق یا نادان کہہ دینا، یا کسی کی آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ میں کوئی عیب ہو تو اُسے ظاہر کرنا، یا کسی کے حسب نسب یا خاندان کے عیب کو بیان کرنا، یا اُس کے لباس مکان یا ایسی ہی اور کسی چیز کو بُرا کہہ دینا یہ سب باتیں غیبت میں داخل ہیں۔

تم حدیث شریف میں یہ بھی پڑھ چکے ہو کہ یہ غیبت جب کہلائے گی جب اس میں یہ خرابیاں پائی جاتی ہوں، مثلاً واقعی وہ احمق یا نادان ہو۔ واقعی وہ کانا لُنجا ہو، یا حسب نسب اور خاندان میں گھٹیا ہو یا لباس وغیرہ میں پھوہڑ ہو اور اگر یہ باتیں اس میں نہیں ہیں، اس کے باوجود کہا جا رہا ہے کہ وہ بے وقوف ہے یا احمق ہے، یا کانا ہے تو اِس صورت میں دو گناہ ہو گئے، ایک بہتان

اور دوسرے غیبت۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جس طرح زبان سے غیبت ہوتی ہے ایسے ہی آنکھ ناک یا ہاتھ کے اشارہ سے بھی غیبت ہوتی ہے۔ مثلاً زبان سے تو کانا یا اندھا نہیں کہا، البتہ اشارہ کر کے بتادیا تو یہ بھی غیبت ہے اور یہ بھی حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی کا نام عائشہ تھا (رضی اللہ عنہا)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کچھ باتیں کر رہی تھیں باتوں باتوں میں ایک عورت[1] کا ذکر آگیا جو پستہ قد (ٹھگنی) تھیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ٹھگنا تو نہیں کہا البتہ حقارت کے ساتھ اشارہ کر کے اس عیب کو ظاہر کرنا چاہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً تنبیہ کی اور فرمایا تم نے ایسی بات کی ہے کہ اگر سمندر میں اس کو ڈال دیں تو سمندر بھی گندا ہو جائے[2]

---

[1] یعنی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیوی تھیں۔

[2] ترمذی شریف۔

مختصر یہ کہ جس طرح پیٹھ پیچھے زبان سے کوئی ایسی بات کہنا جو اس کو ناگوار ہو "غیبت" ہے ایسے ہی اُس کی نقل اُتارنا یا اشارہ سے کوئی برائی ظاہر کرنا بھی غیبت ہے۔

غیبت کی خرابی

(۱) غیبت کا کھلا نقصان یہ ہے کہ آپس میں دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

(۲) غیبت کرنے والے کو سب ذلیل سمجھتے ہیں اور اس سے گھبراتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جیسے وہ دوسروں کی بُرائی ہمارے سامنے کر رہا ہے اسی طرح ہماری بُرائی دوسروں کے سامنے بیان کرے گا۔

(۳) غیبت کرنا بڑی بے انصافی کی بات ہے کیونکہ کوئی انسان عیب سے خالی نہیں کسی میں کوئی عیب ہے کسی میں کوئی، بے عیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ بس اپنے عیب پر نظر نہ کرنا اور دوسروں کے عیب گننا بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ ذرا اپنے

دل میں سوچو کہ اگر کوئی تمہارا عیب کسی پر ظاہر کرے اور تم سنو تو تمہارا دل کیا کہے گا اسی طرح جس کا عیب تم ظاہر کروگے اُسے بھی ضرور بُرا لگے گا اور یہ بڑی بے انصافی اور ظلم ہے کہ تم اپنے رنج کو تو رنج سمجھو اور دوسرے کے رنج کو سمجھو کہ مذاق ہے۔

شعر

کبھی بھول کر نہ کرو کسی سے سلوک ایسا
کہ جو کوئی تم سے کرتا تمہیں ناگوار ہوتا

(۴) غیبت کرنے والا دل کا بودا ہوتا ہے۔ اُسے مُنہ پر حق بات کہنے کی ہمت نہیں ہوتی اور پیٹھ پیچھے بُرائی کر کے اپنے دل کا غبار نکالتا ہے۔ عقلمندوں نے کہا ہے ایسے شخص سے دوستی مت کرو جسے غیبت کی عادت ہو۔

حضرت مالک بن دینار بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں ان کے سامنے ایک کتا آکر بیٹھ گیا کسی نے اُس کو ہٹانا چاہا تو آپ نے فرمایا

رہنے دو یہ اُس دوست سے اچھا ہے جو غیبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں غیبت کی مثال ایسی دی ہے "گویا تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو" جس کے تصور سے بھی گھن آتا ہے۔ بس ایسے ہی تمہیں غیبت کے خیال سے بھی گھن کرنا چاہیئے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے تو آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اُن کے ناخن تانبے کے ہیں اور وہ اُن سے اپنے چہروں اور سینوں کو کھرچ رہے ہیں آپؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے عرض کیا۔ حضور یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور اُن کی عزت برباد کرتے تھے۔ یعنی غیبت کیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ جو اثر سوکھی گھاس میں کرتی ہے اس سے زیادہ غیبت کرنے والے کی نیکیوں میں غیبت اثر کرتی ہے۔ یعنی اس کی نیکیوں کو برباد کردیتی ہے۔

مَسْئَلہ یہ بھی یاد رکھو کہ جس طرح مسلمان کی غیبت حرام ہے ایسے ہی غیر مسلم کی غیبت بھی منع ہے۔

چُغلی غیبت کی طرح چغلی بھی بہت خراب مرض ہے اور ایسا ذلیل گناہ ہے کہ اس سے خاندان تباہ ہوجاتے ہیں۔ ملک برباد ہوجاتے ہیں۔

چغل خور جھوٹی سچی باتیں بناکر ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا ہے۔ یہاں تک کہ آپس کے تعلقات ختم ہوجاتے ہیں۔ اور لڑائی کی نوبت آجاتی ہے۔

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

جُھوٹ ہر ایک بُرائی کی جڑ ہے۔ جھوٹا آدمی چوری۔ رشوت۔ بے ایمانی یا

کسی بھی بد معاشی سے نہیں ڈرتا، وہ سمجھتا ہے کہ جھوٹ بول کر اِن سب باتوں پر پردہ ڈال سکوں گا میرا کام بھی ہو جائے گا اور بدنامی بھی نہیں ہو گی چنانچہ آقاء دو جہان رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جھوٹ بدکاری کا راستہ بتاتا ہے، اور بدکاری دوزخ میں پہونچا دیتی ہے (معاذاللہ)

اسی لئے مسلمانوں کو بار بار قرآن اور حدیث میں ہدایت ہے کہ جو کچھ کہیں سچ کہیں، جب بولیں سچ بولیں کیونکہ سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

پیرانِ پیر سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قصّہ تم تیسرے نمبر میں پڑھ چکے ہو کہ ڈاکوؤں کے سامنے آخر تک سچ بات ہی کہتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ۔ اُن کی جان بچی۔ مال بچا اور سارے ڈاکو توبہ کرکے سچے اور پکے مسلمان بن گئے، جھوٹ کی وجہ سے دہلی کی بربادی کا قصّہ بھی سُن لیجئے۔

مغل بادشاہ جو کئی سو برس تک ہندوستان پر

حکومت کرتے رہے، اُن میں ایک بادشاہ کا نام محمّد شاہ تھا، یہ آرام طلب بادشاہ تھا، رات دن عیش و عشرت میں لگا رہتا تھا، ملک کے انتظام کی خبر بھی نہیں لیتا تھا جس سے ملک میں ایک طرح کی ابتری پیدا ہوگئی تھی۔

ایران کے بادشاہ نادرشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس کا جی للچایا اور اُس نے ہندوستان پر چڑھائی کردی، محمّد شاہ کی فوجیں ہر ایک چھاؤنی پر ہارتی رہیں، یہاں تک کہ نادر شاہ دندناتا ہوا دہلی پہونچ گیا اور دہلی پر قبضہ کرلیا، مگر اُس نے محمّد شاہ کو بادشاہت سے نہیں اُتارا اور آپس میں دوستی کا معاہدہ ہوگیا، لال قلعہ میں اس معاہدہ کی خوشیاں منائی گئیں۔ ایک بہت بڑی دعوت ہوئی دونوں بادشاہوں اور دونوں ملکوں کے وزیروں اور افسروں نے مل کر کھایا۔

اتفاق سے ایک دن رات کے وقت کسی شخص نے یہ جھوٹی خبر اُڑادی کہ نادرشاہ مارا گیا، دہلی

والوں نے اس خبر کو سچ سمجھ لیا اور نادرشاہ کے سپاہیوں کو لاوارث جان کر قتل کرنا شروع کردیا۔

نادرشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو خود موقع پر پہونچا۔ مگر اُسے دیکھ کر بھی لوگ باز نہ آئے۔ نادرشاہ طبیعت کا بہت جلّاد تھا وہ اس کو کیسے برداشت کرسکتا تھا۔ اُس نے قتلِ عام کا حکم دیدیا پھر کیا تھا۔ دہلی کے گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ ہزاروں بے گناہ قتل ہوئے۔ کروڑوں روپیہ کی دولت لوٹی گئی۔ تین دن کے بعد بڑی مشکل سے قتلِ عام بند ہوا۔ لیکن لوٹ مار پھر بھی عرصہ تک جاری رہی۔

غور و فکر کرو تو اس بربادی کے دو سبب ہیں۔

(۱) جھوٹ بولنا، یعنی بلا تحقیق نادرشاہ کی موت کا چرچا کرنا۔

(۲) اُڑتی خبر پر بلا تحقیق کے عمل کرلینا۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے دونوں باتوں کی سخت ممانعت فرمائی ہے، یعنی اس سے منع فرمایا

ہے کہ تحقیق کے بغیر کسی بات کا چرچا شروع کردیں بلکہ حکم یہ ہے کہ جو ایسی خبر ہو پہلے کچھ سمجھدار تجربہ کار آدمیوں کے سامنے رکھو جو معاملہ فہم ہوں اور ہر بات کی تہہ کو پہونچتے ہوں۔ یہ حضرات جب سوچ سمجھ لیں تب اس کا ذکر اور چرچا کرو۔[۱]

اور اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ کسی افواہ پر بلا تحقیق کے عمل کیا جائے۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ جب کوئی ایسا شخص جو پوری طرح قابلِ اعتبار نہ ہو، کوئی خبر پیش کرے تو پہلے اپنے طور پر اس کی تصدیق کرلو پھر اس پر عمل کرو۔[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ بھی بہت بڑا جھوٹ ہے کہ جو کچھ سُنو اُس کا چرچا شروع کردو۔[۳]

---

[۱] سورہ نساء آیۃ ۸۳ - اِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ - تا - مِنْهُمْ

[۲] اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ الآیۃ - سورہ حجرات رکوع ۱- آیۃ ۶

[۳] کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع (الحدیث صحاح)

یہ بھی یاد رکھو کہ ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ جائز نہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص لوگوں کو خوش کرنے اور ہنسانے کے لئے جھوٹی باتیں بناتا ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے ہلاکت ہے ہلاکت ہے۔ [1]

اِسی طرح ہیر پھیر کی بات بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ آپ کسی شخص سے ایسی بات کہیں کہ وہ آپ کو اس میں سچا سمجھ رہا ہو اور آپ جھوٹ بول رہے ہوں۔ [2]

مختصر یہ کہ مسلمان کا فرض ہے کہ ہر موقع پر

---

[1] ابوداؤد شریف۔ حدیث شریف میں ویل کا لفظ ہے جس کے معنی ہلاکت کے بھی ہیں اس معنیٰ کے لحاظ سے حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ بددعا کی ہے کہ ایسا شخص ہلاک ہو، برباد ہو، برباد ہو۔ یہ بددعا کس قدر خطرناک ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے خدا محفوظ رکھے' ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ ویل دوزخ کے ایک نہایت گرم میدان کا نام ہے تو اس لحاظ سے اس حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ ایسا شخص دوزخ کے اس میدان میں ڈالا جائے گا جس کا نام ویل ہے۔ [2] ابوداؤد شریف

سچ بات کہے، صاف بات کہے، سچی بات پر عمل کرے۔ سچی بات ہی کو نقل کرے، ہر وقت سچائی کی فکر میں رہے، ہر وقت سچائی کی تلاش میں رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے شخص کا خطاب اللہ تعالیٰ کے یہاں "صدیق" ہوگا۔[1]

خداوند کریم ہمیں سچائی کی توفیق بخشے

(آمین)

---

[1] ابوداؤد، ترمذی شریف وغیرہ
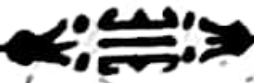
اچھی اور بُری صحبت

حمید اور رشید مدرسہ میں آئے تو حمید کے کپڑوں سے خوشبو آرہی تھی اور رشید کے کپڑوں میں جگہ جگہ سیاہی کے دھبے تھے اور اُن میں کہیں کہیں چھید بھی ہوگئے تھے۔

لڑکوں نے حمید سے کہا، آج تو آپ خوشبو لگاکر آئے ہیں۔

حمید۔ خوشبو تو نہیں لگائی میں حنیف صاحب کی دوکان پر گیا تھا، جو عطر بیچتے ہیں، اُن کے یہاں بڑھیا قسم کا نفیس عطر آیا ہے وہ شیشیوں میں عطر بھر رہے تھے، میں وہاں تھوڑی دیر بیٹھا رہا، میرے کپڑوں میں بھی عطر بس گیا۔

رشید۔ جب اُستاد صاحب کے سامنے حاضر ہوا اُس کے کپڑوں پر سیاہی کے دھبے دیکھ کر

اُستاد صاحب نے فرمایا، میاں رشید یہ دھبے کیسے ہیں اور کپڑوں میں یہ چھید کیسے ہو گئے ہیں۔

رشید نے عرض کیا میں ایک لوہار کی دوکان پر بیٹھ گیا تھا۔ وہاں کوئلے پڑے ہوئے تھے اور بھٹی دہکائی جا رہی تھی کوئلوں کی گرد کپڑوں پر پڑ گئی اور ایک کوئلہ بھٹی میں پڑکر ایسا چٹخا کہ اُس کے تنگے میرے کپڑوں پر آئے جس سے کپڑوں میں چھید ہو گئے۔

پس دیکھو۔ جیسے عطر کی شیشیوں اور لوہار کی بھٹی کا اثر کپڑوں پر پڑتا ہے، ایسے ہی اچھے اور بُرے آدمیوں کے پاس بیٹھنے کا اثر دل پر اور عادتوں اور خصلتوں پر پڑتا ہے۔

اچھے آدمیوں کے پاس بیٹھو گے تو اچھی باتیں سنوگے، اچھی باتیں سیکھوگے اچھی عادتیں تمہارے اندر پیدا ہوں گی اور بُرے آدمیوں کی صحبت میں بیٹھنے سے بُری باتیں سیکھوگے بُری خصلتیں تمہارے اندر پیدا ہوں گی اور تم بھی بُرے

ہو جاؤ گے۔
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔
انسان اپنے دوست کے طریقہ پر چلتا ہے۔ پس
پہلے سوچ لو کس سے دوستی کر رہے ہو[1]
اچھی اور بُری صحبتوں کی مثال دیتے ہوئے
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
اچھا ہم نشین گویا مشک فروش ہے، ممکن ہے
وہ تمھیں مشک بخشدے، یا تم اُس سے خرید لو
ورنہ کم از کم مشک کی خوشبو تو تمہارے دماغ
کو معطر کر ہی دے گی۔ اور بُرا ساتھی ایسا ہے
جیسے کوئی بھٹی دھکانے والا، ممکن ہے بھٹی کے
پتنگے تمہارے کپڑوں پر آپڑیں، جس سے تمہارے
کپڑے جل جائیں، ورنہ یہ تو ضرور ہوگا کہ دھواں
گرد اور بدبو تمہارے بدن کپڑوں اور دماغ کو
خراب کریں گے[2]

---

[1] الرّجل علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل۔ ابوداؤد شریف

[2] متفق علیہ۔ مشکوٰۃ شریف۔

پس دیکھو تم ایسے لڑکوں کے پاس بیٹھو جو سمجھ دار ہوں، لکھنے پڑھنے کے شوقین ہوں، نماز کے پابند ہوں، قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوں[1]، سلیقہ مند، با ادب، تمیزدار ہوں، صاف ستھرے رہتے ہوں، لوگ اُنھیں اچھا سمجھتے ہوں، بدنام نہ ہوں۔

شریر لڑکے جو بیہودہ بکواس کرتے رہتے ہوں، گالی گلوچ کی ان کو عادت ہو، بے نمازی، بدشوق اور کھلاڑی ہوں، پتنگ اُڑانے گولیوں سے کھیلنے یا تاش چوسر وغیرہ کے شوقین ہوں، ایسے لڑکوں کے پاس کھڑے بھی مت ہو، یہ لڑکے بُرے ہیں، بدنام ہیں، اُن کی بُری خصلتیں تمہارے اندر بھی پیدا ہوں گی۔

نتیجہ یہ ہوگا کہ تم بھی بُرے ہوجاؤگے۔ اور اگر

---

[1] رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن شریف پڑھنے والا مسلمان گویا ترنج ہے اس کی خوشبو بھی اچھی اور مزا بھی اچھا اور جو مسلمان قرآن شریف نہیں پڑھتا (صرف اسلامی احکام کا پابند ہے) وہ گویا کھجور ہے اس کا مزہ تو اچھا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد شریف وغیرہ)

بالفرض تم بُرے نہ بھی ہوئے تو بدنام تو ضرور ہوجاؤ گے۔ لوگ تمہیں بھی بُرا لڑکا سمجھنے لگیں گے جس طرح بُرائی سے بچنا ضروری ہے، ایسے ہی بدنامی سے بچنا بھی ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جہاں تہمت اور بدنامی کا خطرہ ہو اُس کے پاس بھی مت جاؤ۔[1]

سوالات

کیسے لڑکوں کے پاس بیٹھنا چاہیئے۔؟

کیسے لڑکوں کے پاس نہ بیٹھنا چاہیئے۔؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اور بُرے ہمنشیں کی کیا مثال دی ہے۔؟

بدنامی سے بچنا کیوں ضروری ہے۔؟

بدنامی کے موقعوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا ہدایت ہے۔؟

---

[1] اتقوا مواضع التہمہ (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم)

اسلامی تہذیب

آدابِ ملاقات

کسی کے یہاں جانا

حضرت سعدؓ ایک صحابی ہیں، ایک مرتبہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اُن کے یہاں ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دروازہ کے باہر ایک کنارہ[1] پر کھڑے ہوکر فرمایا۔

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

حضرت سعدؓ نے اندر سے بالکل آہستہ سے فرمایا۔

وعلیکم السّلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

حضرت سعدؓ کے ایک لڑکے تھے قیس اُن کا

---

[1] دروازہ کی بالکل سیدھ میں یا ایسی جگہ نہ کھڑے ہونا چاہیئے کہ اندر سے سامنا ہو بلکہ کنارہ پر کھڑے ہوکر جہاں سے سامنا نہ ہوتا ہو، اجازت حاصل کرنی چاہیئے۔ البتہ اگر دروازہ پر پردہ پڑا ہے تو پھر کہیں بھی کھڑے ہو سکتے ہیں۔

(ماخوذ از ترمذی شریف و ابو داؤد شریف)

نام تھا اُنھوں نے اپنے والد حضرت سعد سے
کہا۔ حضرت تشریف لا رہے ہیں.. بُلا لیجئے۔
حضرت سعد —— چپ رہو ' کچھ اور سلام
فرمانے دو۔
حضرت کا سلام بہت بڑی دولت ہے ' یہ
دولت جتنی بھی زیادہ ہو برکت ہی برکت ہے۔
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دوبارہ وہیں
کھڑے ہوئے فرمایا۔
السَّلام علیکم و رحمۃ اللہ۔
حضرت سعد نے پھر اسی طرح آہستہ سے جواب
دیا —— آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے تیسری
مرتبہ اُسی جگہ کھڑے ہوئے فرمایا۔
السَّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔
حضرت سعد نے اس مرتبہ بھی آہستہ سے جواب دیا
جب تین دفعہ سلام کرلیا اور اندر سے
جواب نہیں ملا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم
واپس ہونے لگے۔

تب حضرت سعد دوڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر جان قربان، میں آپ کے سلام سنتا رہا، مگر دل چاہتا تھا کہ حضور کی زبانِ مبارک سے یہ دعا، ہمارے لئے بار بار ہو، حضور اس سے بڑھ کر خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ حضرتِ والا زبانِ مبارک سے ہمارے لئے بار بار فرمائیں کہ تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔

حضور۔ انسان کا شوق کچھ گستاخ ہوا کرتا ہے یہ گستاخی اسی شوق میں ہوئی، گستاخی معاف فرمایئے اور غریب خانہ کو رونق بخشئے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اندر تشریف لائے گرمی کا موسم تھا، حضرت سعد نے عرض کیا اجازت ہو تو پانی رکھ دوں، حضرت غسل فرمالیں، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غسل فرمایا۔ حضرت سعد نے ایک زعفرانی رنگ کی چادر پیش کی۔ آنحضرت صلعم نے اُس کو زیبِ تن فرمایا

غسل خانہ سے باہر تشریف لائے اور دُعا:

فرمائی، خداوندا اس گھر پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔

حضرت سعدؓ نے کھانا پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب واپس ہونے لگے، تو حضرت سعد نے اپنی گھوڑی سواری کے لئے پیش کی اور گھوڑی کی پیٹھ پر ایک سُرخ چادر ڈال دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوکر دولت کدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سعد نے "حضرت قیسؓ کو فرمایا کہ ساتھ جاؤ۔

حضرت قیس سواری کے ساتھ ساتھ چلے، چند قدم چلے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیس تم بھی سوار ہوجاؤ۔ حضرت قیس نے معذرت کی۔ فرمایا اچھا سوار نہیں ہوتے۔ تو واپس ہوجاؤ۔ قیس نے سلام عرض کیا اور واپس ہوگئے۔[1]

دیکھو اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں انھیں سمجھو۔ یاد رکھو اور اُن پر عمل کرو

---

[1] ابوداؤد شریف

(۱) معلوم ہوا کہ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ دعاء ہے۔ یعنی جب بھی ملاقات ہو، یا کسی کے یہاں جانا ہو تو اسلامی تہذیب یہ ہے کہ یہ دعاء دو[۱]

(۲) دُعاء عبادت ہوتی ہے تو سلام کرنا اور اس کا جواب دینا بھی عبادت[۲] ہے۔

(۳) سلام کا جواب دینا ضروری ہے۔[۳]

---

[۱] دعاء جب ہی دی جاتی ہے جبکہ دل صاف ہو، محبت اور ہمدردی کا جذبہ دل میں ہو، پس ایک مسلمان جب بھی ملاقات کرے اس کا دل صاف ہونا چاہیئے اور محبت اور ہمدردی کا جذبہ دل میں ہونا چاہیئے، اگر بالفرض کسی شخص کے ساتھ یہ جذبہ نہ ہو تو سلام کرنے سے یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کو رواج دینے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ صحابہ کرام کا یہ طریقہ تھا کہ اگر دیوار یا درخت کی آڑ میں او جھل ہونے کے بعد سامنے آتے تب بھی سلام کرتے تھے (الادب المفرد) اگر ناراضگی پیدا ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ختم کرنے کا بھی یہی علاج فرمایا ہے کہ سلام کرنا شروع کردو۔ اور ارشاد ہوا افضل وہ ہے جو پہل کرے (صحاح) [۲] چنانچہ السّلام علیکم پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے، رحمۃ اللہ کہا تو بیس کا ثواب ملیگا وبرکاتہ سے تیس نیکیوں کا اور مغفرتہ بھی بڑھادیں تو چالیس نیکیوں کا ثواب ملیگا۔ (ابوداؤد شریف) [۳] علماء کرام نے فرمایا ہے کہ سلام کرنا سنّت ہے اور جواب دینا واجب ہے مگر یہ سنت اس واجب سے افضل ہے (احیاء العلوم وغیرہ) اور جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے آہستہ جواب دینے سے واجب ادا ہو جائیگا لیکن سلام کرنیوالے نے اگر جواب نہیں سنا تو ممکن ہے اسکو ناگواری ہو اور سلام کا منشا ہی فوت ہو جائے لہذا جواب اتنی زور سے دینا چاہیئے کہ سلام کرنے والا سُن لے۔

(۴) اجازت حاصل کرنے کا طریقہ اسلام نے یہ بتایا ہے
کہ دروازے پر کھڑے ہوکر کہو۔ السّلام علیکم و
رحمۃ اللہ، کیا حاضر ہوسکتا ہوں؟[1]

(۵) اگر تین دفعہ اسی طرح سلام کرنے پر اندر آنے کی
اجازت نہ ملے تو واپس ہوجاؤ اور بُرا ہرگز نہ مانو۔

(۶) اجازت لینے کے وقت آڑ میں کھڑے ہو، ایسی جگہ
نہ کھڑے ہو کہ اندر سے سامنا ہو۔
اندر جھانکنا بہت بُری بات ہے، حدیث
شریف میں اس کی سخت ممانعت ہے۔

(۷) جب کوئی شخص تمہارے یہاں آئے تو اُس کی
پُوری خاطر مدارات کرو۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ مومن کی شان یہ ہے کہ مہمان کی عزّت
اور پُوری خاطر مدارات کرے۔

(۸) جب مہمان واپس ہونے لگے تو پہنچانے کے لئے

---

[1] ایک مرتبہ ایک شخص نے آواز دیکر کہا اندر آسکتا ہوں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے خادم کو بھیجا اور فرمایا کہ اس کو بتاؤ کہ پہلے السّلام علیکم کہے اور پھر کہے کہ کیا اندر آسکتا ہوں۔ اس شخص نے جب اس طرح کہا: السّلام علیکم کیا اندر آسکتا ہوں تب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ (ابوداؤد شریف)

تھوڑی دور تک ساتھ جاؤ۔

(۹) جب ساتھ جاؤ تو خود مت لوٹو بلکہ مہمان کو چاہیئے کہ وہ رخصت کرے کہ "اب آپ آرام فرمائیے"

(۱۰) اگر تمہارے پاس سواری ہو تو مہمان کی واپسی کے لئے سواری پیش کرو۔

(۱۱) جس کے یہاں تم گئے ہو اگر اس سے محبّت اور شوق کے جذبہ میں کوئی بات تمہاری شان کے خلاف ہوجائے تو اُس کا بُرا نہ مانو بلکہ اُس کے جذبہ کی قدر کرو۔[1]

چند باتیں اور یاد کرلو جن کی تعلیم ہمارے آقا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

(۱۲) اگر اندر سے پوچھا جائے "کون" تو یہ مت کہو "میں" وہ کیا جانے کہ "میں کون ہے" بلکہ اپنا نام بتاؤ۔

---

[1] جیسا کہ حضرت سعد کے جواب نہ دینے کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑی دیر تک دروازہ پر رکنا پڑا۔ یہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جذبہ کی بنا پر ہوا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بُرا نہیں مانا بلکہ خاص طور پر دعا فرمائی (جیسا کہ اوپر پڑھ چکے ہیں)

(۱۳) خواہ کیسا ہی دوست ہو، روزانہ اُس کے پاس مت جاؤ۔ بلکہ کچھ دن چھوڑ کر جاؤ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ ایک دن ناغہ کر کے ملاقات کے لئے آیا کرو، اس سے محبّت بڑھے گی[۱]

کوئی تمہارے یہاں آئے

(۱) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نام تم سُن چکے ہو، یہ ایک سفر سے واپس آئے۔

جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچے تو آپ کُرتا اُتارے ہوئے بیٹھے تھے، چادر کا ایک کنارہ مونڈھے پر پڑا تھا۔ خبر پاتے ہی آپؐ نے فوراً اجازت دی اور اسی حالت میں کھڑے ہو گئے، گلا ننگا تھا، چادر کا ایک کنارہ مونڈھے پر اور ایک زمین پر گر گیا تھا آپؐ نے حضرت زید کو گلے لگایا، سر کو بوسہ دیا۔[۲]

---

[۱] ترمذی شریف، ابو داؤد شریف [۲] حضرت زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے اِس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی حضرت کو ننگے گلے نہیں دیکھا۔ ترمذی شریف ص۹۸ ج۲

(۲) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں، جب وہ خدمت میں حاضر ہوتیں تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کھڑے ہوجاتے، سر پر ہاتھ پھیرتے اور ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔

(۳) حضرت سعد بن معاذ ایک اونچے درجہ کے صحابی ہیں، ایک[1] معاملہ میں اُن کو سرپنچ بنایا گیا تھا اُنھیں دنوں یہ زخمی بھی ہوگئے تھے، اِسی حالت میں وہ اس معاملہ کا فیصلہ کرنے کے لئے مسجد شریف آئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو آتے ہوئے دیکھا تو حاضرین سے فرمایا تمہارے سردار آرہے ہیں، کھڑے ہوکر اُن کا استقبال کرو۔[2]

(۴) حضرت ابوذر ایک صحابی ہیں، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو بُلوایا، وہ مکان پر موجود نہیں تھے، تھوڑی دیر بعد جب مکان پر پہونچے تو اُن کو خبر ہوئی، وہ فوراً دوڑے ہوئے حاضرِ خدمت

---

[1] اس معاملہ کی تفصیل حصّہ ہشتم غزوہ احزاب کے سلسلہ میں آئے گی (انشاء اللہ)۔

[2] ابوداؤد شریف۔

ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے تپاک سے اُن کا استقبال کیا اور اُن کو گلے لگایا[1]

اِن حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ:-

(۱) جب کوئی تمہارے یہاں آئے تم تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

(۲) اُس کی آمد پر خوشی ظاہر کرو۔

(۳) تپاک سے اُس کا استقبال کرو۔

(۴) کچھ عرصہ بعد ملاقات ہوئی ہے تو معانقہ بھی کرو یعنی گلے لگاؤ۔ ورنہ مصافحہ کر لو۔

(۵) سر اور پیشانی کو بوسہ بھی دے سکتے ہو۔

---

[1] ابوداؤد شریف ص۷۰۸

اور چند حدیثیں پڑھو

حضرت حلیمہ کا نامِ نامی تم نے سُنا ہوگا، یہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملنے آئیں، اس وقت ہمارے حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سفر میں تھے[1]۔ بیٹھنے بٹھانے کا کوئی سامان نہیں تھا، صرف اوڑھنے کی چادر ہمارے حضرتؐ کے پاس تھی آپؐ نے فوراً چادر اُتار کر زمین پر بچھائی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا

---

[1] یعنی غزوۂ حنین کے سلسلہ میں جو فتح مکہ کے بعد پیش آیا تھا (تفصیلات چوتھے رسالہ میں ملاحظہ کیجئے) اس موقعہ پر یہ بتا دیا جائے کہ اس وقت جب حضرت حلیمہ باریاب ہوئیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیثیت عرب کے سب سے بڑے فاتح کی تھی کیونکہ مکہ فتح ہو چکا تھا اس کے بعد معرکۂ حنین بھی سر ہو چکا تھا جس میں عرب کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ بہادر قبیلوں یعنی ہوازن وغیرہ کو شکست فاش ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فاتح کی حیثیت سے اس علاقہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ دادو دہش کا دریا جاری تھا، حضرت حلیمہ کا تعلق قبیلہ ہوازن سے تھا اس علاقہ میں یہ رہا کرتی تھیں ۱۲

کو اُس پر بٹھایا۔ پھر حضرت حلیمہ کے شوہر آئے آپؐ
نے چادر کو اور پھیلا دیا اور اُن کو بھی اسی پر بٹھادیا
پھر آپ کے دودھ شریک بھائی آئے، آپؐ نے
کھڑے ہوکر اُن کا استقبال کیا اور اپنے پاس بٹھالیا۔[1]
ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی) مسجد
میں تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب ملنے آئے، آپؐ
نے اُن کو اپنے پاس بُلایا اور اپنی جگہ سے کچھ ہٹتے
ہوئے فرمایا، آپ یہاں تشریف رکھئے۔ اُس شخص
نے عرض کیا، حضرت! جگہ تو بہت ہے کہیں بیٹھ
جاؤں گا، آپؐ اپنی جگہ تشریف رکھئے۔ آپؐ نے
فرمایا (نہیں۔ یہیں آئیے آپ میرے پاس آئے ہیں)
جب کوئی ملنے آئے تو مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی
جگہ سے ہٹ جائے[2] (اُس کو جگہ دے اور بٹھائے)
ایک شخص بڑا اکھڑ مزاج اور بدمعاش مشہور تھا۔
اُس نے حاضر ہونے کی اجازت مانگی، آپؐ کی

---

[1] ابوداؤد شریف، باب بر الوالدین [2] بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص [illegible]

زبان سے نکلا۔ خدا خیر کرے۔ سارا خاندان اس
سے پریشان ہے۔ خدا جانے کیوں آیا ہے۔
پھر آپؐ نے اجازت دے دی، وہ اندر آیا تو
آپؐ بڑے اخلاق سے پیش آئے اور بہت نرمی
سے اُس سے بات چیت کی۔
حضرت عائشہ رضؓ پردہ کے پیچھے سے یہ سب
سُن رہی تھیں۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ
جب وہ آرہا تھا تو آپ نے کیا فرمایا تھا پھر آپ
اس سے کس طرح ملے اور کیسی نرمی اور اخلاق
سے اس سے بات چیت کی۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ اس کی
بُرائی بھلائی اپنی جگہ، وہ جب ملنے آیا تھا تو میرا فرض
تھا کہ اخلاق سے پیش آتا اور نرمی سے باتیں کرتا،
ورنہ میں بھی بدخلق اور بدمزاج مشہور ہوتا، ایک
مومن کے لئے بہت ہی بُری بات ہے کہ "بدخلق" مشہور ہو[1]

---

[1] ابوداؤد شریف، ترمذی شریف وغیرہ

اِن حدیثوں سے معلوم ہوا کہ :-

(۱) تم اپنے گھر پر ہو یا سفر میں جب کوئی تم سے ملنے آئے تو تمہارا فرض ہے کہ اس کو اچھّی سے اچھی جگہ بٹھاؤ[ؒ]

(۲) اگر تمہارے پاس اچھّی جگہ کا انتظام نہ ہو تو محبّت اور عزّت سے اپنی برابر بٹھاؤ، جب وہ دیکھے گا کہ تم نے برابر بٹھاکر اس کو شریکِ حال کرلیا تو اُس کو شکایت نہیں ہوگی کہ تم نے عزّت نہیں کی۔

(۳) کسی کے آنے پر اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہونا اسلام کی شان نہیں ہے، بلکہ مومن کی شان یہ ہے کہ کھڑے ہوکر اس کو اچھّی جگہ بٹھائے، نہیں تو کم از کم اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور اس کو وہاں بیٹھنے کے لئے کہے۔

(۴) اچھّا ہو یا بُرا، نیک معاش ہو یا بدمعاش، اپنا ہو یا پرایا، تمہارا فرض یہی ہے کہ اخلاق سے پیش آؤ نرمی سے جواب دو۔

ؒ شاگرد، نوکر چاکر گھر کے آدمی، بے تکلف دوست احباب اس سے مستثنٰی ہیں، احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

(۵) وہ شخص بہت بُرا ہے جو اکھڑ مزاج اور بد اخلاق مشہور ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بُرا وہ ہے کہ اس کی بدکلامی اور بد گوئی سے بچنے کے لئے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔[1]

(۶) جب کوئی رخصت ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محبت اور مہربانی سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے تھے اور جب تک وہ ہاتھ نہیں کھینچتا تھا اُس کے ہاتھ کو لئے رہتے تھے اور یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكُمْ	اللہ کے سپرد کرتا ہوں
وَاِيْمَانَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ	تمہارا دین، تمہارا ایمان اور
اَعْمَالِكُمْ	خاتمہ کے اعمال

آنے جانے کے متعلق چند ضروری باتیں

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو ہدایت فرمائی کہ ناغہ کرکے ملنے آیا کرو

---

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شر الناس من ترکہ الناس اتقاء فحشہ۔ الادب المفرد ص۲۳۶

اس سے محبت بڑھے گی، بس تم بھی اس نصیحت کو پلّے باندھ لو، ہر وقت کسی کے یہاں کھڑے رہنے سے محبت بڑھتی نہیں، بلکہ ایک، دوسرے سے اُکتا جاتا ہے ہر ایک کے دل سے دوسرے کی عزت جاتی رہتی ہے

(۲) جب کسی کے یہاں جاؤ تو ایسے وقت جاؤ، جو ملنے کا وقت ہو، سونے، آرام کرنے، کھانا کھانے یا ناشتہ کے وقت مت جاؤ، اگر کسی ضرورت سے ایسے ہی وقت جانا پڑے تو گھر سے کھاکر یا ناشتہ سے فارغ ہوکر جاؤ تاکہ جانے والے پر بوجھ نہ پڑے اور تم بھی کہہ سکو میں فارغ ہوچکا ہوں، اگر نہ کھایا ہو تو جھوٹ بھی مت بولو کہ میں کھا چکا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جھوٹ اور بھوک جمع مت کرو، البتہ کسی اور صورت سے معذرت کردو

(۳) جب تم کسی دوسرے شہر میں کسی کے یہاں جاؤ تو پہلے اس کو خبر کردو، پہونچنے کی تاریخ اور

وقت بھی لکھ دو، خبر کئے بغیر کسی کے یہاں پہونچ جانا درست نہیں ہے، بہت ممکن ہے جس کے یہاں تم جارہے ہو، وہ موجود نہ ہو، یا کسی ضروری کام میں مشغول ہو، یا بیمار ہو، یا اس قسم کا کوئی اور عذر درپیش ہو جس سے تمہارا سفر بیکار جائے یا اُس کو زیادہ پریشانی اُٹھانی پڑے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جب سفر سے واپس ہوتے تو پہلے کسی کو بھیجدیتے جو مدینہ شریف میں جاکر یہ خوش خبری سُنادیتا اس کے بعد مدینہ میں رونق افروز ہوتے[1]

(۴) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رات کو کسی کے یہاں پہونچنے سے سختی سے ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بغیر اطلاع رات کو اپنے گھر پہونچنے کی بھی اجازت نہیں دی[2]

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جب سفر سے واپس ہوتے تو مدینہ منوّرہ میں داخل

---

[1] احیاء العلوم ج ۲ آداب السفر [2] ترمذی شریف ص ۹۶ ج ۲

میں داخل ہوتے، پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے وہاں نفلیں پڑھتے[1] دوست احباب سے ملاقات فرماتے پھر مکان میں تشریف لے جاتے، اگر شام کے وقت قافلہ مدینہ منورہ کے قریب پہونچ جاتا تو رات کو مدینہ کے باہر ہی پڑاؤ ہوتا، پھر صبح کو مدینہ منورہ میں داخلہ ہوتا۔

(۵) دوست احباب اور بال بچوں کے لئے اپنے مقدور کے بموجب کچھ تحفہ لے جانا سنت ہے۔ حدیث شریف میں اس کی یہاں تک تاکید ہے کہ اگر کچھ نہ ہو تو پتھر کی کنکریاں ہی اپنے جھولے میں ڈال لو۔[2]

آدابِ مجلس

(۱) مدرسہ۔ مسجد۔ وعظ و تقریر، یا بیاہ شادی کی کسی محفل میں جاؤ تو وضو کرلو، بدن میں پسینہ کی بدبو آرہی ہو تو غسل بھی کرلو، صاف کپڑے پہنو اور اگر ہو سکے تو خوشبو

---

[1] احیاء العلوم وغیرہ [2] احیاء العلوم وغیرہ۔ لیکن یہ خیال رہے کہ تحفہ لے جانے کے لئے بے وجہ قرض کر لینا درست نہیں۔

بھی لگالو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا اور اسی کی آپ نے ہدایت فرمائی ہے۔

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جوڑا بڑھیا کپڑے کا تھا جب کوئی خاص اجتماع ہوتا مثلاً دوسرے ملکوں کے ایلچی آتے تو آپ اس کو زیبِ تن فرماتے۔ [1]

(۲) جمعہ اور بقرعید کے روز غسل کی ہدایت اس لئے کی گئی ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں بڑا اجتماع ہوتا ہے۔[2]

(۳) اس کا پورا خیال رکھو کہ تمہارے مونھ سے کسی قسم کی بدبو نہ آئے۔ لہذا پانچوں وقت کی وضو کے علاوہ کسی مجمع میں جاتے وقت بھی مسواک کرلیا

---

[1] الادب المفرد ص۶۹ و ترمذی شریف وغیرہ [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابتدا میں جمعہ کے روز غسل واجب تھا۔ کیونکہ لوگوں کے پاس بھیڑوں اور اونٹوں کے اون کے بنے ہوئے کمبل کے کرتے ہوتے تھے گرمی کے وقت جب پسینہ آتا تھا تو بھیڑوں اونٹوں کی بو مہک جاتی اس لئے غسل کو ضروری قرار دیا گیا تھا کہ اس مہک میں کمی ہو جائے پھر جب خدا نے فراخی دے دی کمبلوں کے بجائے سوتی کپڑے پہننے لگے تو غسل کا حکم بھی واجب نہیں رہا بلکہ مسنون رہ گیا (ابو داؤد شریف)

کرو۔ بیڑی، سگرٹ، حقّہ، تمبا کو، لہسن، پیاز وغیرہ کی بدبو مونھ سے نہ آنی چاہیئے، یہ بہت بدتمیزی کی بات ہے[1]

(۴) مدرسہ، مسجد یا تقریر اور وعظ کی مجلس میں الگ الگ ٹکڑیاں بناکر نہ بیٹھو، بلکہ ایک حلقہ بناکر بیٹھو نماز کا وقت ہو تو صف میں بیٹھو[2]

(۵) حلقہ بڑا بناؤ[3] کھل کر بیٹھو۔ ایک دوسرے میں گھُس کر اور بھیچ کر مت بیٹھو[4] البتہ اگر کوئی آجائے تو اس کو فوراً جگہ دے دو، اللہ اور رسول کا یہی حکم ہے۔[5]

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حقہ، تمباکو یا سگرٹ کا رواج تو نہ تھا البتہ لہسن اور پیاز لوگ کھاتے تھے مگر آپؐ کو ان دونوں چیزوں سے نفرت تھی، یہاں تک کہ وہ کھانا بھی نہیں کھاتے تھے جس میں لہسن یا پیاز ہوتی تھی۔ عام مسلمانوں کو لہسن یا پیاز کی ممانعت تو نہ تھی لیکن یہ حکم تھا کہ کچا لہسن یا پیاز کھاکر مسجد میں کوئی نہ آئے جب تک مسواک نہ کرلے (صحاح) مولی کا بھی یہی حکم ہے (مؤلف)

[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ صحابۂ کرام الگ الگ ٹولیاں بنائے بیٹھے ہیں آپؐ نے اس کو ناپسند فرمایا۔ ابوداؤد شریف ص۶۶۴۔ [3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خیر المجالس اوسعہا۔ ابوداؤد شریف [4] قال اللہ تعالیٰ تفسحوا فی المجالس [5] دیکھو سورۂ مجادلہ رکوع ۲

(۶) اور دیکھو کسی مجلس میں جاؤ تو یہ مت کوشش کرو کہ جیسے بھی ہو اندر گھس جاؤ، بلکہ کنارے پر جہاں جگہ ہو وہاں بیٹھ جاؤ۔[۱]

مونڈھوں اور گردنوں کو پھاندتے ہوئے آگے جانا بدتمیزی ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔[۲]

(۷) یہ بھی کوشش مت کرو کہ سب سے بڑھیا اور سب سے اونچی جگہ بیٹھو، وہاں کے بیٹھنے والے جب آئیں گے تمہیں اُٹھنا پڑے گا، خواہ شرمندگی ہوگی۔

(۸) کسی کے یہاں جاؤ تو جو گدّا یا کرسی یا چوکی خاص اُس کے بیٹھنے کی ہو وہاں مت بیٹھو۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے البتہ اگر وہ بٹھائے تو بیٹھ جاؤ اور شکریہ

۱؎ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مبارک کا یہی قاعدہ تھا۔ ابو داؤد شریف و ترمذی شریف وغیرہ ۲؎ جمعہ کے روز خطبہ کے وقت پھاندتے ہوئے آگے جانا سخت ممنوع ہے البتہ اگر آگے جگہ خالی ہو تو جا سکتے ہو۔

ادا کرو۔[1]

(۹) اور دیکھو یہ بھی درست نہیں کہ تم حلقہ (لوگوں کے گھیرے) کے بیچ میں بیٹھ جاؤ، یہ بدتمیزی اور بے ہودگی[2] ہے لوگ تم پر ہنسیں گے۔

(۱۰) کسی کو ہٹا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی بھی سخت ممانعت ہے[3] بلکہ اگر کوئی شخص کسی کام کے لئے اُٹھ کر جائے تو اُس کی جگہ بھی مت بیٹھو یہ جگہ اُسی کی ہے، جب وہ آئے گا یہاں بیٹھے گا۔[4]

(۱۱) دو آدمی جو پاس پاس بیٹھے ہیں، اُن کے بیچ میں گھس کر بیٹھنا بھی دُرست نہیں، اگر بیٹھنا ہی ہو تو اُن سے اجازت لے لو۔[5]

(۱۲) مجلس میں بیٹھ کر کانا پھوسی مت کرو۔ مجلس میں جو کچھ کہا جائے اُس پر پُوری توجہ رکھو۔ جو بات ہو اُس کو غور سے سنو، لیکن جو کچھ سنو اُس کو امانت سمجھو۔

۱؎ صحاح ۲؎ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر سخت نفرین کی ہے جو حلقہ کے بیچ میں بیٹھے۔ (ابوداؤد شریف) ۳؎ صحاح۔

۴؎ ابوداؤد شریف وغیرہ۔ ۵؎ ابوداؤد شریف وغیرہ۔

اس کو لوگوں سے کہتے مت پھرو، ہاں اگر کوئی بات تم سے اس لئے کہی جائے تو اس کا چرچا ضرور کرو. لیکن راز کی بات کو ہمیشہ راز میں رکھو۔[1]

(۱۳) مجلس میں کسی سے کوئی غلطی ہوجائے یا کوئی بیہودہ حرکت سرزد ہوجائے تو باہر آکر اس کا تذکرہ مت کرو۔

(۱۴) اگر کچھ آدمی الگ باتیں کر رہے ہوں تو اُن کی اجازت کے بغیر تم اُن کی باتوں میں دخل مت دو۔ اگر باتیں آہستہ کر رہے ہوں تو تم اُن کی باتوں پر کان مت لگاؤ۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو چوری سے دوسروں کی باتیں سُنتا ہے اُس کے کانوں میں قیامت کے دن سیسہ پگھلایا جائے گا۔[2]

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجلس کی باتیں امانت ہیں مگر تین مجلسیں ایسی ہیں کہ اُن کی باتیں امانت نہیں بلکہ اُن کو ظاہر کرو، ایک وہ مجلس جس میں کسی کے قتلِ ناحق کا مشورہ ہو، دوسری وہ مجلس جس میں ناجائز تعلق قائم کرنے کی باتیں ہوں یعنی زنا وغیرہ کے بارے میں مشورہ ہو، تیسری وہ مجلس جس میں ڈکیتی یا چوری کا مشورہ ہو (ابوداؤد شریف ۶۶۸)

[2] "الادب المفرد للبخاری"

(۱۵) مجلس میں کسی کے کپڑوں کو یا اُس کی کسی چیز کو بھی مت چھیڑو[1] یہ بدتمیزی ہے اور اس سے خواہ مخواہ بدگمانی بھی پیدا ہوتی ہے۔
(۱۶) ایسی جگہ مت بیٹھو کہ تمہارے اوپر کچھ دھوپ ہو اور کچھ سایہ ہو[2] اس سے طبیعت خراب ہوجاتی ہے۔
(۱۷) مجلس میں بیٹھ کر ہنسنا۔ قہقہہ لگانا، آنکھ ناک سے ایک دوسرے کو اشارہ کرنا، کھنکارنا، بلا ضرورت کھانسنا، جمائی لینا، خلاف تہذیب اور بدتمیزی کی باتیں ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کبھی قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔ کوئی ہنسی کی بات ہوتی تو آپ صرف مسکرا دیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اگر جمائی آئے تو مونھ پر ہاتھ رکھ لو، ہار ہار مت کرو یہ شیطانی آواز ہے[3]
(۱۸) چھینک کو جہاں تک ممکن ہو روکو، نہ روک سکو تو چہرہ پر ہاتھ رکھ لو تاکہ دوسروں پر چھینٹیں نہ جائیں اور چھینک کے بعد کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (اللہ کا شکر) سُننے والے

[1] ابوداؤد شریف [2] ابوداؤد شریف وغیرہ [3] صحاح

کو چاہیئے کہ جواب دے یَرْحَمُكَ اللهُ (اللہ آپ پر رحم کرے) پھر چھینکنے والے کو کہنا چاہیئے یَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ (اللہ تعالےٰ ہماری اور آپ کی مغفرت فرمائے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھینک کا جواب دینے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ [۱]

اگر چھینکنے والا غیر مسلم ہو تو یہ کہنا چاہیئے

یَهْدِيْكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ

(اللہ تعالےٰ تمہیں سیدھا راستہ بتائے اور تمہاری حالت سدھارے)

(۱۹) جب کسی بے تکلف مجلس سے اُٹھو جس میں ہنسی مذاق ہوا ہو تو یہ دُعا پڑھ لو۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ	تو پاک ہے اے اللہ اور تیری حمد کرتا ہوں
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ	میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود
اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ [۲]	نہیں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں

(۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھے ہوئے

---

[۱] چھینک کا جواب ایک دعا ہے اگر آپ جواب نہیں دے رہے تو گویا دعا کے موقع پر دُعا سے رُک رہے ہیں یہ بہت بُری بات ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دل صاف نہیں۔ ایک مومن کا دل صاف رہنا چاہیئے اور اس کو ہر ایک کے لئے دعائے خیر کرنی چاہیئے۔ یہی اسلامی اخلاق ہے اور یہی اسلامی تہذیب ہے۔ [۲] ترمذی شریف۔

بھی استغفار[1] پڑھتے رہا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک مجلس میں ستّر ستّر مرتبہ استغفار آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا گیا ہے۔ آپؐ کو خدا نے گناہوں سے پاک رکھا تھا، تب آپؐ کی یہ حالت تھی، اب غور کرو، ہم گنہگاروں کو کتنا استغفار پڑھنا چاہیئے۔

(۲۱) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

راستہ کے کنارے پر مت بیٹھو، اگر بیٹھنا ہی ہو تو راستہ کا حق ادا کرو۔ راستہ کا حق یہ ہے، نگاہ نیچی رکھو کِسی پر بُری نظر نہ ڈالو، کسی کو تکلیف مت دو، راستہ سے کانٹے، کانچ کے ٹکڑے، اینٹ پتّھر وغیرہ جس سے کسی کو تکلیف پہونچے، ہٹا دو۔ ضرورت مندوں کی ضرورت پُوری کرو، مزدوروں کو سہارا دو، پوچھنے والوں کو راستہ بتاؤ، کوئی بُری بات دیکھو تو اُس کو روکو۔ اچّھی بات بتاؤ۔[2]

---

[1] استغفار کے بہت سے الفاظ حدیث شریف میں آئے ہیں۔ مختصر الفاظ یہ ہیں:- اَستَغفِرُ اللہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الحَیُّ القَیُّومُ وَ اَتُوبُ اِلَیہِ (یا) اَللّٰھُمَّ اغفِر لِی وَ تُب عَلَیَّ۔ [2] صحاح بحوالہ مشکوٰۃ شریف، باب السّلام۔

کھانے کے آداب[۱]

(۱) سب سے پہلے ہاتھ دھوؤ[۲] اور کلی کرو۔ پھر کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھو۔

(۲) اگر کھانا دوسروں کے ساتھ کھا رہے ہو تو جب تک بڑے آدمی کھانا شروع نہ کریں تم مت شروع کرو۔

(۳) داہنے ہاتھ سے کھانا کھاؤ، چھوٹا لقمہ لو، اور خوب چباؤ، مگر چباتے وقت آواز نہ ہونی چاہیئے چپڑ چپڑ کرنا، یا چٹخارے لینا بد تمیزی ہے، بغیر چبائے جلدی جلدی کھانا بیہودگی بھی ہے اور تندرستی کے لئے مُضر بھی۔

(۴) کھانا، خدا کی نعمت ہے، اس کا پورا ادب کرو۔

---

[۱] ان تمام باتوں کی تربیت دینا استاد سے زیادہ ماں باپ اور بالخصوص ماں کا کام ہے۔ کیونکہ بچہ کھانا کھانا ماں کی آغوش ہی میں سیکھتا ہے، جو بچہ کھانا کھانے کے آداب سے ناواقف ہوتا ہے تو یہ یقین کر لیا جاتا ہے کہ اس کی ماں سلیقہ مند نہیں تھی [۲] اس باب میں ترمذی شریف ابوداؤد شریف شمائل ترمذی کی روایت کا مفہوم پیش کیا گیا ہے۔ ہر ایک ادب جس کی اس باب میں ہدایت کی گئی ہے، انھیں کتابوں سے ماخوذ ہے۔ صرف چند ہدایتیں احیاء العلوم سے لی گئی ہیں جن کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔

اور جب کھانے کے لئے بیٹھو تو ادب سے بیٹھو، تمہارے انداز سے یہ معلوم ہو کہ تم خدا کی نعمت کی قدر کر رہے ہو، کسی چیز پر تکیہ لگا کر مت بیٹھو، پلوتھا مار کر بھی مت بیٹھو اور کوئی ایسا انداز بھی اختیار نہ کرو جس سے معلوم ہو کہ تم کھانے کے بہت حریص ہو۔

(۵) روٹی سے ہاتھ مت پونچھو، روٹی پر پیالہ یا رکابی نہ رکھو، روٹی کا بھورا، یا سالن زمین پر مت گراؤ۔ اگر گر جائے اور صاف کر سکو تو صاف کرکے کھالو۔ اگر صاف نہ کر سکو تو ایک طرف ڈال دو، تاکہ پیروں میں نہ آئے۔

(۶) کھانے میں کوئی خرابی ہو مثلاً نمک کم ہو تو بتا سکتے ہو کہ ٹھیک کرلیا جائے، لیکن کھانے میں عیب مت نکالو، اچھا لگے کھالو، اچھا نہ لگے چھوڑ دو اور اچھے کھانوں کی ایسی تعریفیں بھی مت کرو جس سے معلوم ہو کہ تم کھانے کے بہت حریص ہو اور زندگی کا سب سے بڑا کام کھانے ہی کو سمجھتے ہو۔

(۷) اگر کھانا گرم ہو تو اس میں پھونکیں مت مارو۔

بلکہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ کہ ٹھنڈا ہو جائے۔

(۸) جو کھانا میسّر ہو اس پر خدا کا شکر کرو، کیونکہ تمہارے بھائی لاکھوں کروڑوں وہ بھی ہیں جن کو یہ بھی میسّر نہیں۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اُن کو مت دیکھو جو عیش و آرام میں تم سے زیادہ ہیں، بلکہ اُنا پر نظر رکھو جو تم سے کم ہیں اس طرح تم خدا کی نعمتوں کی قدر کرسکو گے۔

(۹) مومن کی شان یہ ہے کہ کھانا اُس وقت کھائے جب خوب بھوک لگ جائے اور جب تھوڑی بھوک رہ جائے کھانا چھوڑ دے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ چھوٹے چھوٹے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہ سکے اگر اتنے تھوڑے پر صبر نہ کرسکو تو ایک تہائی پیٹ کھانا کھاؤ، ایک تہائی پانی کے لئے رکھو اور ایک تہائی سانس لینے کے لئے۔

علماء نے فرمایا جو لوگ اس طرح کھانا کھاتے

ہیں کبھی طبیب یا دوا دارو کے محتاج نہیں ہوتے۔

(۱۰) یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ زندگی کھانے کے لئے نہیں، بلکہ کھانا زندگی کے لئے ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے تھے کہ مومن ایک آنت کھاتا ہے اور کافر سات آنت[1]

(۱۱) سادہ کھانا کھاؤ، سادی طرح کھاؤ، مل جل کر کھاؤ۔ مرغّن و پرتکلف کھانوں سے نہ رُوحانی برکت پیدا ہوتی ہے، نہ جسمانی قوّت، ساتھ کھانے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے، تھوڑا کھانا زیادہ کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔ دو کا کھانا تین کے لئے اور تین کا کھانا چار پانچ کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔

(۱۲) میز، چوکی (خوان) چھری کانٹا، چھوٹی چھوٹی تشتریاں اور پیالیاں، بیکار تکلفات ہیں، دوسرے قوموں کا رواج ہیں، اِسلام اِن کو پسند نہیں کرتا۔ اِسلام ہر موقع پر سادگی پسند کرتا ہے، صفائی، ستھرائی اور پاکیزگی کی

---

[1] یعنی کافر کھانے کا حریص ہوتا ہے وہ اناڑی کی بندوق کی طرح ساتوں آنتیں بھر لیتا ہے۔ لیکن مومن صرف اتنا کھاتا ہے جس سے سہارا ہوسکے۔

تعلیم[۵] دیتا ہے اور ان کو فرض اور لازم گردانتا ہے۔
(۱۳) اس کی اجازت نہیں کہ جو کھانا دو تین انگلیوں سے کھاسکتے ہو اس میں ساری انگلیاں سان لو۔ یہ سلیقہ مندی کے خلاف ہے۔
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم عموماً تین انگلیاں استعمال فرمایا کرتے تھے، یعنی انگوٹھا اور دو انگلیاں، البتہ اگر چاول جیسی چیز ہو جس کے لئے پانچوں انگلیاں استعمال کرنی ضروری ہوں تو ساری انگلیاں بھی استعمال کرسکتے ہو، مگر ضرورت سے زیادہ مت سانو اور جو کچھ انگلیوں پر لگا رہ جائے پہلے اُسے ہونٹوں سے صاف کرلو۔ پھر کسی کپڑے سے صاف کرکے ورنہ پیروں کے تلوؤں سے پونچھ کر دھولو۔ یا صابن وغیرہ سے صاف کرلو۔
(۱۴) کھانا کھاتے وقت ایسا کوئی فعل نہ کرو جس سے دوسروں کو گھن آئے یا تکلیف ہو، مثلاً برتن میں ہاتھ مت جھٹکو، برتن کی طرف موںھ مت جھکاؤ کہ موںھ سے

---

۵ قرآن حکیم میں جگہ جگہ "طیّب" اور "طیبات" کی ترغیب دی گئی ہے اور طیب وطیبات کو خداوند عالم کا بہت بڑا انعام واحسان بتایا گیا۔ یہ طیب کیا ہے صاف ستھرا، پاکیزہ اور حلال۔

جو کچھ سے نکلے وہ برتن میں جائے اگر مونھ سے کچھ نکالو تو دوسری طرف مونھ پھیر کر نکالو۔ جو نوالہ دانت سے کاٹا ہو اُس کو برتن میں نہ ڈالو کھانے کے وقت گھناؤنی چیزوں کا ذِکر نہ کرو[1]

(۱۵) برتن کو سنا ہوا مت چھوڑو، اپنے سامنے کا پیالہ رکابی صاف کرلو، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے برتن صاف کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

(۱۶) اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنی یاد نہ رہے تو جب یاد آئے فوراً پڑھو، مگر اس طرح پڑھو۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ۔ اللہ کا نام شروع میں بھی اور آخر میں بھی۔

(۱۷) کھانا کھا چکو تو پہلے دسترخوان سمیٹو پھر اُٹھو۔ کھانا پڑا رہے اور تم اُٹھ کر چل دو یہ بے ادبی ہے۔ البتّہ اگر مجمع بڑا ہے اور دعوت وغیرہ ہے تو وہاں وہ کرو جس میں دوسروں کو آسانی ہو۔

(۱۸) جب کھانا کھا چکو تو خدا کا شکر ادا کرو اور یہ دُعا[2]

---

[1] احیاء العلوم۔ باب آداب الطعام۔ [2] اس کے علاوہ اور دعائیں بھی حدیث میں آئی ہیں مثلاً ایک دُعا یہ ہے:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ غَیْرَ مُسْتَغْنٍ عَنْہُ رَبَّنَا (ترمذی شریف)

پڑھو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا — اُس خدا کی حمد جس نے ہمیں کھلایا پلایا

وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ — اور مسلمان بنایا

(۱۹) کھانے کے بعد ہاتھ دھوؤ۔ کلی کرو، ہاتھوں کو چکنائی[۱] لگی ہو تو صابن وغیرہ سے صاف کرلو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن سب باتوں کی ہدایت فرمائی[۲] ہے۔ خداوندِ عالم عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

(۲۰) کسی دوسرے کے یہاں کھانا کھایا ہے تو کھانے سے فراغت کے بعد یہ دعا بھی پڑھو۔

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ ہ — (خدا کرے) روزہ دار تمہارے یہاں افطار

---

[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا اور کلی کرنا برکت کا باعث ہے۔ ایک معمولی برکت تو یہی ہے کہ گندہ ہاتھ گندہ مونھ کھانے میں یا کھانے کے بعد چربی لگے ہاتھ چھوڑ دینے اور کلی نہ کرنے میں بہت سی بیماریوں کا خطرہ رہتا ہے۔ ہاتھ دھونے اور کلی کرنے سے وہ خطرہ زائل ہو جاتا ہے۔

[۲] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص ہاتھ دھوئے بغیر یوں ہی سو جائے اور اُس کو کوئی تکلیف ہو جائے تو اُس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔

وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ ۔ کیا کریں، نیک لوگ کھانا کھایا کریں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔

پانی پینے کے آداب

(۱) پانی پینے کا کٹورا۔ پیالہ یا گلاس داہنے ہاتھ میں لو۔
(۲) دیکھو کہ اس میں تنکا یا گرد وغیرہ تو نہیں ہے۔
(۳) اگر تنکا وغیرہ ہو تو اس کو نکال دو لیکن پانی میں پھونک مت مارو بلکہ گلاس کو ٹیڑھا کرکے تنکا نکال دو۔ اگر اس طرح نہ نکل سکے تو پانی پھینک دو[1]۔
(۴) جب پانی کو دیکھ لو تو اطمینان سے کسی جگہ بیٹھو۔ بسم اللہ پڑھو اور اطمینان سے پانی پینا شروع کرو[2]۔ تھوڑا سا پی کر چھوڑ دو۔ برتن موتھ سے الگ

---

[1] اگر کسی سے پانی مانگا گیا ہے تو پانی دینے والے کا فرض ہے کہ وہ دیکھ لے کہ پانی خراب تو نہیں ہے۔ اگر تنکا وغیرہ ہو تو صاف کرکے پھر پانی پیش کرے۔ [2] احادیث شریف میں پانی پینے کی یہی صورت بتائی گئی ہے اس میں طبی لحاظ سے بھی بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً اطمینان کے بغیر پانی پینے میں اُدسنے کا خطرہ رہتا ہے۔ تھوڑا تھوڑا پانی پینے میں فائدہ یہ ہے کہ تھوڑے پانی میں پیاس بجھ جاتی ہے پیٹ میں بوجھ نہیں ہوتا، ایک دم موتھ کو لگا کر پانی چڑھانے میں بہت سا پانی پی کر بھی صبر نہیں آتا اور زیادہ پانی پی لینا تندرستی کے لئے بھی نقصان رساں ہے۔

کرکے سانس لو۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر پینا شروع کرو۔ تھوڑا سا پی کر پھر چھوڑ دو۔ برتن مونھ سے الگ کرکے سانس لو اور بسم اللہ کرکے تیسری مرتبہ میں ختم کردو اور یہ دُعا پڑھو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ۔[1]

حمد اُس خدا کی جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔

(۵) برتن مونھ کو لگائے لگائے سانس لینے سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ممانعت فرمائی ہے اگر سانس لینا ہو تو برتن کو مونھ سے الگ کرو تب سانس لو۔

(۶) سونے چاندی کے برتن میں پانی مت پیو۔ کھڑے[2] ہوکر پانی پینا بھی اِسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔

مشک، ڈول، گھڑے وغیرہ کو مونھ لگاکر بھی پانی[3]

---

[1] ترمذی شریف صفحہ ۱۸۴ ج ۱ [2] البتہ متبرک پانی مثلاً زمزم شریف کا پانی یا وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہوکر پینا چاہیئے۔ [3] ممکن ہے پانی ایک دم زیادہ آجائے جس سے دھسک بھی لگ جائے، چہرہ بھی بھیگے اور کپڑے بھی تر ہو جائیں۔

مت پیو۔ اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔
(۷) جب کوئی چیز دوسروں کو پلاؤ تو سب سے پہلے اُس کو پیش کرو جو تمہارے داہنے ہو۔ پھر اُس کو دو جو اُس شخص کے داہنے ہو۔ جس کو تم نے پہلے دیا تھا۔ پھر اسی طرح داہنی طرف کو بڑھاتے رہو۔ اور تم سب سے آخر میں پیو۔

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا نهتدی لولا ان هدانا الله۔ اللّٰهم تقبل هذا منا وانفعنا بها و انفع جمیع المسلمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمین والصلوٰة والسلام علی الانبیاء و المرسلین وعلیٰ عباد الله الصالحین۔

(کتبہ دنیا پرد ولہ۔ فروری ۱۹۶۸ء)